الارشاد فی مسئلة الاستمداد

مع ضمیمہ

الارشاد فی مسئلۃ الاستمداد

سوال

السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ وبرکاۃ

اما بعد

دریافت طلب یہ امر ہے کہ خیر القرون سے استمداد و استعانت بارواح الانبیاو الاولیاء آج تک معمول اسلام رہا اور سب صلحا و مشائخ اپنے مہماتوں میں استعانت بالغیر کرتے رہے اور کامیاب بھی ہوئے لیکن آجکل بعض حضرات اس کو منع کرتے ہیں اور اس کو شرک و بدعت فرماتے ہیں۔ اتنا خلجان ہے کہ اگر عوام پر شرک کا حکم لگا دیں جن میں حضرات مشائخ نے اس امر کو کیا دوسروں کو بھی اس امر کا تجویز فرمایا تو ان کو کس طرح اس حکم سے نکالیں۔ فی الحال محض اپنے تصحیح اعتقاد کیلئے یہ عبارات پیش کرتا ہوں ان کا جواب تحت عنوان دعوت عامہ النور میں تحریر فرمادیں واللہ ثم باللہ مجھے سوائے تصحیح اعتقاد اپنے کے کچھ غرض نہیں ہے نہ مجادلہ وعناد کا خیال ہے اور نہ کسی شے کا واللہ العظیم ثم باللہ العظیم محض لوجہ اللہ تعالیٰ۔ ذرا عبارت آتیہ پر غور امعان فرما کر تفصیل جواب دیویں دو چار مہینہ میں بھی ہوتو کچھ ڈر نہیں والسلام۔

عن ربیعۃ بن کعب قال کنت مع رسول اللّٰہ فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل فقلت اسالک مرافقتک فی الجنۃ الخ رواہ مسلم مشکوۃ ص ۸۴ مجتبائی از طلاق سوا کہ فرمود سل بخواہ وتخصیص نکرو بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد بان پروردگار خود بدہد اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری بدرگاہش بیا و ہرچہ میخواہی تمنا کن مرقات میں بھی

اسی مضمون کے مطابق ہے۔ عن ابی حنیف ان اعمراتی النبیؐ فقال یا رسول اللّٰہؐ ادع اللّٰہ ان یعا فینی قال ان شئیت صبرت فھو خیرلک قال فادعه فامران یتوضاً فحسن وضوء ہ ویدعو بھذ الدعاء اللھم انی اسالک واتوجه الیک غییک الخ رواہ ترمذی والنسائی و ابن ماجه والحاکم حرز ثمین حاشیه حصن حصین مطبوعہ لکھنو جوہر منظم میں لکھا ہے استعمل السلف ہذا الدعاء فی حاجاتہم بعد موتہؐ علامہ خفاجی شرح شفا میں لکھتے ہیں وکان بن حنیف ونبوه یعلمو به الناس وقد حکی فیه حکایات فیھا اجابة دعاء من دعابه من غیر تاخیر. عن یدبن علی عن عقبة بن عزوان عن النبی انه قال اذا ضل احدکم شیئاًاو ارادعوناً وھو بارض لیس بھا افلیس فلیقل یاعباد اللّٰہ اعینونی (۳) فان للّٰہ عباد الا لرلھم رواہ البطرانی حرزا الثمین مطبوعه لکھنئو صفحه ۱۲۷ حکی لی بعض شیوخنا الکبار فی العلم انفلتت له دابة اظنھا بغلة وکان یعرف ھذا لحدیث فقال له حبسبھا اللّٰہ علیھم فی الحال و کنت انا مرة مع جماعة فانفلتت بھیمة وعجزوا عنھا فوقفت فی الحال بغیر سبب من ھذا الکلام ذکره النووی فی الاذکار الحرز الثمین صفحہ ۱۲۷ اور آنحضرتؐ کی پھوپھی صفیہؓ سے ثابت ہے انہوں نے بعد وفات آنحضرت کہا ہے الایام رسول اللّٰہ انت رجائنا و کنت بنا براً ولم تک جافیاً و قد قال رسول اللّٰہ اذتم تم فی الامور فاستعینوا من اھل القبور مرقاة الوصول صفحه ۱۵ . روی عن محمد بن الحسن الشیابی عن ابی یوسف و وکیع ان ابا حنیفه کان یزورقبر محمد، الجعفر الصادق و یکنس علی بابه ویعطی المجاورین فتوحاً و یطلب الاستعانه منه فی الامور قال الشیخ عبدالقادر من استغاث بی فی کرتبه کشفت عنه و من نادانی باسمی فی شدة فرجت عنه ومن توسل بی الی اللّٰہ تعالیٰ فی حاجة قضیت له زبدة الاثار للشیخ الدھلوی ایسا ہی اخبار الاخیار میں ہے عن بعض اصحاب الشیخ

محی الدین نرلنا فی بریة ولا یقف الاخ علی اخیه من الخوف فلما حملنا الا جمال من اوائل اللیل فقدت اربعه اجمال فلم اجدها فلما نشق الفجر ذکرت قول الشیخ (الذکور قبل) فقلت یا شیخ عبدالقادر جمالی فقدت (۳) ثم التفت الی مطلع الفجر فرایت فی ضوع الفجر من اول مالشق رجلاً شدیدة بیاض الثیاب علی رابیة وهو یشیر الی حکمه ای تعال فلما صعدنا علی الرابیة لم نراحداً ثم رایت الا ربعة الاجمال لحب الرابیة انتهی ملخصاً خلاصة المفاخر للسافعی سیدی احمد بن رزوق که از اعاظم علماء وفقہا ومشائخ مغرب ست گفت روزے شیخ ابوالعباس حضرمی ازمن پرسید کہ امداد حی قوی است یا امداد میت من بگفتم کہ قوی میگونید کہ امداد حی قویست ومن میگویم امداد میت اقوی ست لیس شیخ گفت نعم زیرا کہ او در بساط حق ست و در حضرت اوست اشعۃ اللمعات للشیخ الدہلوی حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں وقد تواتر عن کثیر من الاولیٰئک یعنے ارواحهم انهم ینصرون اولیائهم ویدمرون اعداهم مجدد الف ثانی بعض مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ ہم چنیں ارباب حاجات از اعزہ احیا و اموات در مخاوف ومہالک مدد ہا می طلسیند و می مینند کہ صورا عزہ حاضر شدہ رفع بلیر ازینہا نمایند فتوی علمای امرتسر صفحہ ۲۷ منہیہ ردالمختار میں ہے قرر الزیادی ان الانسان اذا ضاع له شی وا رادی دالنه علیه فنیقف علی مکان عال مستقبل التربة ویقول یا سیدی احمد بن علوان ان ترد علی ضنالتی والانز عتک من دیوان الاولیاء انتهی ملحصاً اما قولهم یا شیخ عبدالقادر فهو نداء واذا اضیف شیا للّٰه فهو طلب شی اکراما للّٰه فما الموجب لحرمته خیر الدین الملی استاد در مختار حضرت محبوب العالم مریدان خود را بعد نماز اجازت خواندن شیئا للہ یا حضرت سلان...... یکصد و سیزدہ بار دادہ اند کہ برائے ہر حاجت کفایت کنہ خواجہ میرم یہ سب نقول نداء غائبانہ واستغانت مذکورہ پر صراحۃً اجازت دے رہے ہیں بلکہ احادیث سے اس کا مندوب مستحسن ہونا صریحاً مستفاد ہے اب ان کو

کس طرح کفر وشرک کہا جائے تفصیلاً اس کا جواب رسالہ النّور میں بھیج دیویں والسلام لوجہ اللہ تعالیٰ جواب باصواب مشکور فرماویں اور الزامی اور اسکاتی جواب چونکہ شفا بخش نہیں ہوتے ہیں اس لئے ان سے معاف رکھیں۔

والسلام علیکم

الجواب

واللہ الموفق للصواب۔ سائل کو جزئیات مذکورہ سے جو خلجان پیش آیا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ وہ استمداد واستعانت بالغیر کی انواع واقسام سے غالباً واقف نہیں ہے یا واقف ہے مگر اس کا خیال یہ ہے کہ علماء اہل سنت تمام صورتوں کو شرک وکفر یا حرام وناجائز بتلاتے ہیں حالانکہ یہ خیال غلط ہے پس سب سے پہلے اس کو استعانت ونداء بالغیر کی اقسام اور ہر ایک کے احکام سمجھنے چاہئیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ استمداد واستعانت بالغیر یا تو غیر خدا کو مستقل اور قادر بالذات سمجھ کر ہے یعنی نعوذ باللہ یہ سمجھ کر کسی بشر سے استعانت چاہے کہ اس کے اندر خانہ زاد قدرت ہے کہ وہ جو چاہے خود کر سکتا ہے اور یہ قدرت خدا کی دی ہوئی نہیں ہے یا یہ کہ اس کی قدرت کو خانہ زاد اور مستقل تو نہیں سمجھتا بلکہ خدا کی دی ہوئی سمجھتا ہے مگر اس کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے قدرت حاصل کر لینے کے بعد اب یہ مستقل ہو گیا ہے۔ جس وقت جو چاہے کر سکتا ہے جس کو چاہے دے، جس کو چاہے نہ دے اور جب خداوند کریم نے اس کو یہ قدرت کاملہ عطا فرما دی تو اب سوال کرنا اور دعا مانگنا اور مرادیں چاہنا اسی کے ساتھ مخصوص ہو گیا یا مخصوص نہ ہو مگر خدا سے بھی سوال کرو جب بھی دینے والا وہی غیر ہوگا کیونکہ یہ کام اس کے سپرد ہو چکا ہے۔

پہلے اعتقاد کے صریح کفر ہونے میں تو کسی مسلمان کو شک نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسا اعتقاد تو کفار ومشرکین بھی اپنے معبودوں کے ساتھ نہیں رکھتے وہ بھی قادر بالذات اور مستقل قدرت والا خدا تعالیٰ ہی کو سمجھتے ہیں چنانچہ زمانہ جاہلیت میں کفار مکہ تلبیہ اس طرح کہتے تھے

﴿لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک الا شریکا ھو لک تملکه وما ملک﴾

''حاضر ہیں اے اللہ ہم حاضر ہیں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے مگر وہ شریک جو کہ آپ ہی کے ہیں آپ اُن کے اور ان کی سب مملوکات کے مالک ہیں۔''

اور قرآن میں بھی جہاں جہاں ان کے اقوال مذکور ہیں سب سے یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو قادر بالذات ہرگز نہ سمجھتے تھے۔ يَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ، مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى..

وہ کہتے ہیں کہ یہ (اصنام) خدا کے یہاں ہماری شفاعت کرنے والے ہیں ان کی عبادت ہم صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں۔

دوسری صورت پہلی صورت سے گو بظاہر کم ہے مگر شریعت اسلامیہ نے اس کو بھی شرک وکفر قرار دیا ہے کیونکہ یہ وہی اعتقاد ہے جو کفار ومشرکین اپنے معبودوں کی نسبت رکھتے تھے۔ ان کا خیال یہی تھا کہ خدا تعالیٰ قادر بالذات ہے مگر اس نے ان اصنام کو اپنی طرف سے قدرت عطا کر دی ہے، جس کے حاصل کر لینے کے بعد اب یہ مستقل ہو گئے جو چاہیں کر سکتے ہیں، جس کو چاہیں نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں اور چونکہ یہ کام ان کے سپرد ہے اس لئے خدا سے بھی دعا کی جائے گی تو وہ بھی اس درخواست کو انہی کے پاس بھیج دے گا جیسے سلاطین دنیا بعض کاموں کو اپنے ماتحت حکام کے سپرد کر دیتے ہیں کہ ان کاموں کے لئے ماتحت حکام ہی سے عرض معروض کی جاتی ہے۔

اور اگر کوئی شخص بلاواسطہ بادشاہ کے پاس اس کام کی درخواست بھیج دے تو بادشاہ اس کو ماتحت حاکم ہی کے یہاں واپس کر دیتا ہے کہ یہ کام ہم نے اس کے متعلق کر دیا ہے وہیں سے اس کا فیصلہ ہوگا۔ شریعت اسلامیہ نے صاف صاف بتلا دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں ایسے نائب اور ماتحت حکام بالکل نہیں ہیں جو خدا تعالیٰ سے اختیارات حاصل کر لینے کے بعد خود مستقل ہو گئے ہوں۔ سلاطین دنیا کو اپنی کمزوری کی وجہ سے ایسے

نائبوں کی ضرورت ہوتی ہے، خدا کو اس کی ضرورت نہیں۔ تمام امور اسی کے ہاتھ میں ہیں کسی کے ہاتھ میں کوئی چیز مستقل طور پر نہیں ہے۔

﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ. اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا. لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا. وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَ هُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ. مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ. وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُّدْخِلَ اَحَدَكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ قَالُوْا وَ لَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ رَحْمَةٍ اھ. وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يابنی عبدمناف انقذوا انفسكم من النار لا اغنی عنكم من اللّٰه شيئا يا بنی عبدالمطلب انقذوا انفسكم من النار لا اغنی عنكم من اللّٰه شيئا يا فاطمه بنت محمد انقذی نفسک من النار لا اغنی عنک من اللّٰه شيئا ويا صفية عمة رسول اللّٰه انقذی نفسک من النار لا اغنی عنک من اللّٰه شيئا الحديث وقال صلی اللّٰه عليه وسلم اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطی لما منعت ولا رادلما قضيت ولا ينفع ذا الجد منک الجد. وقال صلی اللّٰه عليه وسلم. انما انا قاسم واللّٰه يعطی وقال تعالیٰ ما يفتح اللّٰه للناس من رحمة فلا ممسک لها وما يمسک فلا مرسل له من احدٍ من بعده. وقال تعالیٰ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ. وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ

بِمُؤْمِنِيْنَ. اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ الاية وَ مَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُO﴾

ترجمہ :- ''نہیں ہے حکم مگر اللہ ہی کا اُس نے اس کا حکم کیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو۔ زمین و آسمان میں کوئی نہیں ہے مگر سب کے سب خدائے رحمٰن کے سامنے غلام بن کر حاضر ہوں گے اُس نے سب کو احاطہ کر لیا اور شمار کر لیا ہے۔ اور سب کے سب قیامت کے دن تنہا تنہا آئیں گے۔ اُسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے وہی پناہ دے سکتا ہے اُس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اللہ ہی روزی دینے والا زبردست قوت والا ہے۔ وہ کون ہے جو خدا کے سامنے بدون اس کی اجازت کے شفاعت کر سکے۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو اُس کا عمل جنت میں داخل نہ کرے گا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کو بھی (آپ کا عمل داخل نہ کرے گا) فرمایا مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ حق تعالیٰ مجھے مغفرت و رحمت کے ساتھ ڈھانپ لیں۔'' (رواہ البخاری کذا فی تیسیر الوصول (صفحہ ۱۴)

ابن جریر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب آیت و انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش (کے آدمیوں) کو عام اور خاص طور پر پکارا اور فرمایا کہ اے جماعت قریش تم اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو (یعنی اُس کے عذاب سے بچا لو) اے کعب بن لوی کی اولاد اے عبد مناف کی اولاد اے جماعت بنی ہاشم اے جماعت بنی عبدالمطلب سب کے سب اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچا لو۔ اے فاطمہؓ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی اپنی

جان کو آگ سے بچا لے کیونکہ میں خدا کی قسم اللہ کی طرف سے
تمہارے لیے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا ہاں البتہ تمہارے لیے
قرابت کا ایک تعلق ہے جس کے حقوق کو میں پورا کرتا رہوں گا۔
اور ایک روایت میں حضرت عباس اور حضرت صفیہ کا نام بھی ہے۔
اور ایک روایت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ
اتنا اور زیادہ ہے سلینی من مالی ماشئت لا اغنی عنک من
الله شیئا. میرے مال میں سے تم جو چاہو مجھ سے مانگ لو لیکن خدا
تعالیٰ (کے عذاب) سے بچانے میں میں تم کو کچھ نفع نہیں دے
سکتا اھ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ شفاعت بھی نہ کریں گے بلکہ
مطلب یہ ہے کہ میرے قبضہ میں کوئی چیز نہیں ہے شفاعت وغیرہ
بھی حق تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے اور اُسی کے حکم سے ہو سکتی ہے
واللہ اعلم اخرجہ ابن جریر فی تفسیرہ بطریق مختلفہ یشید بعضہا بعضا صفحہ
۷۲،۷۳ جلد ۱۹۔۱۲ مولف۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے
اللہ جو کچھ آپ دیں اس کو روکنے والا کوئی نہیں اور جو آپ روک
دیں اس کو دینے والا وئی نہیں اور نہ آپ کی قضا و قدر کو کوئی رد
کرنے والا ہے اور نہ کسی اقبال والے کو آپ کے مقابلہ میں اُس کا
اقبال نفع دے سکتا ہے۔

میں تو صرف بانٹنے والا ہوں اور دینے والا خدا ہی ہے۔ حق تعالیٰ
لوگوں کے لیے جس رحمت (کے دروزہ) کھول دے اس کو بند
کرنے والا کوئی نہیں اور جس کو بند کر دیا اس کو چھڑانے والا کوئی
نہیں خدا کے سوا۔

آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ خدا تعالیٰ جس کو چاہیں
ہدایت کر دیتے ہیں۔ اور بہت سے آدمی گو آپ کتنا بھی چاہیں

ایمان والے نہیں۔ کیا یہ لوگ خدا کی رحمت کو خود بانٹنا چاہتے ہیں
ہم نے ہی ان کے درمیان اُن کی معاش کو تقسیم کر دیا ہے (وہ خود
کچھ نہیں کر سکتے)۔

غرض بکثرت نصوص و آیات اس پر دال ہیں کہ کارخانہ الٰہی میں کوئی نبی یا ولی خود مستقل اور مختار کار نہیں ہے البتہ جس طرح حق تعالیٰ نے عام انسانوں کو بعض افعال کی کچھ قدرت عطا کی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ افعال شرعاً بندوں کی طرف منسوب ہوتے اور انہی کے افعال شمار ہوتے ہیں۔ جن میں قدرت حاصل کرنے کے بعد بھی وہ سراسر خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ جیسے کھانا پینا چلنا پھرنا، تجارت وحرفت وغیرہ اسی طرح انبیاء و اولیا کو ان کا اعجاز یا کرامت ظاہر کرنے کے لئے عام لوگوں سے کچھ زیادہ قدرت دی ہے۔ جس میں وہ محض آلہ اور سفیر ہوتے ہیں۔ مستقل اور مختار کار نہیں ہوتے۔ پس ایک صورت استمداد واستعانت کی یہ ہوئی کہ غیر خدا سے ایسے امور میں استعانت چاہی جائے جو بظاہر عادۃً انسان کی قدرت میں ہیں مگر اس کو محض آلہ اور ذریعہ اور سفیر سمجھا جائے۔ یہ صورت استمداد زندہ انسان سے بالاتفاق جائز ہے۔ اور چونکہ مرنے کے بعد انسان کو ان امور عادیہ کی قدرت نہیں رہتی جن کی زندگی میں قدرت حاصل تھی۔ اس لئے مرنے کے بعد امور عادیہ میں بھی کسی سے امداد چاہنا خواہ آلہ اور ذریعہ ہی سمجھ کر ہو جائز نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں کسی قدر اس کے استقلال اور با اختیار ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے اور شریعت نے استقلال کے شبہ سے بھی روکا ہے۔ البتہ مرنے کے بعد فیضان روحانی حاصل کرنے میں انبیاء واولیاء سے استعانت جائز ہے کیونکہ یہ قوت ان کو وفات کے بعد بھی بدلیل کشفی اسی طرح حاصل رہتی ہے۔ جیسے امور عادیہ جسمانیہ کی قوت زمانہ حیات میں ہوتی ہے۔

اور ایک صورت استعانت کی یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی سے زندگی میں یا وفات کے بعد ایسے امور میں استعانت واستمداد کی جائے جو عادۃً قدرت بشری سے خارج ہیں مثلاً ان سے اولاد مانگنا بارش وغیرہ طلب کرنا یا شفاء چاہنا یہ بالکل ناجائز ہے۔ کیونکہ ایسی استعانت سے بہت قوی شبہ ان کے استقلال وخود اختیاری کا ہوتا ہے گو استعانت کرنے

والے کا یہ اعتقاد نہ ہو مگر شریعت اسلامیہ نے ایہام کفر و شرک سے بھی روکا ہے۔ چنانچہ غیر اللہ کی قسم کھانا یا کسی جاندار کی تصویر گھر میں رکھنا اسی لئے حرام ہے کہ اس میں ایہام شرک ہے۔ گو اعتقاد شرک نہ ہو البتہ امور عادیہ وغیر عادیہ میں انبیاء واولیاء کے ساتھ توسل کرنا جائز ہے۔ یعنی حق تعالیٰ سے دعا کرنا کہ الٰہی فلاں نبی یا ولی کی برکت سے یہ حاجت پوری کر دے۔ محققین کے نزدیک اس کا کچھ مضائقہ نہیں خواہ توسل زندہ کا ہو یا میت کا۔

اور ایک صورت استعانت کی یہ ہے کہ کوئی نبی یا ولی کسی خاص وقت میں باذن الٰہی اپنا اعجاز یا کرامت ظاہر کرنے کے لئے کسی خاص شخص یا جماعت سے یہ فرمادیں کہ فلاں وقت جو شخص یا خاص شخص ہم سے جو حاجت مانگے گا۔ وہ اس کو مل جائیگی۔ یا ہم دیں گے۔ اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ہمارا معجزہ یا کرامت ظاہر کرنے کیلئے اس کی حاجت کو پورا کردینگے۔ اس صورت میں اگر وہ خاص شخص یا خاص جماعت جس کی نسبت یہ ارشاد ہوا ہے ان سے اپنی حاجت میں امداد چاہی اور اس نبی یا ولی کو محض ذریعہ اور سفیر سمجھے اور حقیقی حاجت روا خدا تعالیٰ کو خیال کرے تو یہ صورت بھی جائز ہے۔ اور چونکہ کرامت و اعجاز میں خلاف عادت امور ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے ان میں طاقت بشریہ کو کچھ دخل نہیں ہوتا وہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزۃً یا کرامۃً صادر ہوتا ہے۔ نبی یا ولی کو اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ البتہ اس سے نبی یا ولی کی صداقت اور ان کا مقرب الٰہی ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔ نیز چونکہ خارق عادت کا استمرار ضروری نہیں اس لئے ایسی استعانت مستمراً جائز نہ ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ استعانت واستمداد بالغیر کی آٹھ صورتیں ہیں۔

(۱) یہ کہ ماسوائے خدا کو خواہ کوئی ہو قادر بالذات سمجھ کر اس سے مدد چاہنا

(۲) یہ کہ قادر بالذات تو نہ سمجھے بلکہ اس کی قدرت کو خدا کی دی ہوئی جانے مگر یہ اعتقاد رکھے کہ خدا سے قدرت حاصل کر کے یہ مستقل اور خود مختار ہو گیا ہے جو چاہے کرسکتا ہے۔

(۳) یہ کہ اس کو محض آلہ اور ذریعہ سمجھے اور حاجت روا حق تعالیٰ کو سمجھے اس کی

چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس اعتقاد کے ساتھ کسی زندہ سے امور عادیہ میں (جو عادۃً و شرعاً انسان کا فعل شمار ہوتے ہیں) امداد چاہے اور یوں کہے کہ اے فلاں تم میرا یہ کام کر دو یا مجھے روپیہ پیسہ دیدو۔

(۴) کسی زندہ سے امور غیر عادیہ میں (جو عادۃً و شرعاً انسان کی قدرت سے خارج ہیں اور اس کا فعل شمار نہیں ہوتے، اعانت طلب کرے مثلاً یوں کہے کہ اے مرشد مجھ کو اولاد دیدو۔

(۵) کسی نبی یا ولی سے بعد وفات کے روحانی فیض حاصل کرنے میں مدد چاہے۔

(۶) ان سے بعد وفات کے امور غیر عادیہ میں یا ایسے امور عادیہ میں جو مرنے کے بعد انسان کی طاقت سے باہر ہو جاتے ہیں مدد چاہے۔ مثلاً یوں کہے کہ اے نبی یا ولی میرے مقدمہ میں تم میری امداد کرو یا مجھ کو مرض سے شفا دو یا مجھے اولاد دیدو وغیرہ وغیرہ۔

(۷) امور عادیہ و غیر عادیہ میں کسی نبی یا ولی حی و میت کے توسل سے دعا کرے یا ان سے دعا و شفاعت کی درخواست کرے۔

(۸) جب کوئی نبی یا ولی اعجاز یا کرامت کے طور پر کسی سے کہے کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ اس وقت ان سے اپنی حاجت مانگے خواہ وہ امور عادیہ سے ہو یا غیر عادیہ سے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ صورت اول و دوم تو شرک ہے اور تیسری صورت باتفاق اہل تحقیق جائز ہے اور چوتھی صورت ناجائز ہے۔ مگر اعجاز و کرامت کے اظہار کا وقت اس سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ نمبر ۸ میں آتا ہے اور پانچویں صورت باتفاق جائز ہے اور چھٹی صورت ناجائز ہے اور ساتویں ایک محقق کے نزدیک اور آٹھویں صورت بھی جائز ہے الغرض چار صورتیں جائز اور چار ناجائز ہیں اور جو صورتیں جائز ہیں وہ اسی شرط کے ساتھ جائز ہیں کہ حاجت روا خدا تعالیٰ کو سمجھے اور نبی یا ولی کو ذریعہ اور وسیلہ خیال کرے۔ اسی طرح نداء بالغیر میں بھی تفصیل ہے۔

(۱) یہ کہ زندہ کو قریب سے پکارے۔

(۲) زندہ کو غائبانہ پکارے پھر اس میں دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ محض شوق اور محبت میں ایسا کرے۔ پکارنا مقصود نہ ہو۔

(۳) یہ کہ اعتقاد یہ ہو کہ وہ دور سے بھی سنتے ہیں پہلی دوصورتیں جائز اور تیسری حرام ہے یہی تفصیل وفات کے بعد پکارنے میں ہے۔

(۱) یہ کہ نبی یا ولی کے مزار پر جا کر ان کو پکارے۔

(۲) یہ کہ دور سے ان کو پکارے مگر مقصود پکارنا نہ ہو بلکہ محض محبت وشوق کے غلبہ میں ایسا ہو جائے۔

(۳) یہ کہ اعتقاد ہو کہ وہ دور سے بھی سنتے ہیں۔

(۴) یہ کہ غائبانہ ندا کرے مگر مقصود نہ پکارنا ہے نہ غلبہ شوق ومحبت ہے بلکہ کسی دعا میں ان کا نام بصیغہ ندا مذکور ہے اس کو دعا سمجھ کر ویسے ہی پڑھتا ہے۔

ان میں صورت اول باتفاق محققین جائز ہے۔ بشرطیکہ مزار کے پاس جا کر ندا میں استعانت محرمہ کا قصد نہ ہو۔ جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ بلکہ محض سلام وغیرہ کے طور پر ندا ہو اور دوسری صورت بھی باتفاق جائز ہے اور تیسری صورت ناجائز ہے کہ عقیدہ شرک ہے چوتھی صورت اس شرط سے جائز ہے کہ وہ صیغہ ندا کسی آیت یا حدیث میں وارد ہوا ہو جیسا کہ تشہد میں السلام علیک ایہا النبی بصیغہ ندا مذکور ہے۔

اس تفصیل سے امید ہے کہ سائل کے شبہات زائل ہو گئے ہونگے۔ مزید اطمینان کیلئے ہم ان تمام جزئیات پر بھی کلام کرتے ہیں جن سے اس کو خلجان پیش آیا ہے مگر مقدمہ کے طور پر سائل کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ استمداد واستعانت بالغیر جس کو ہم منع کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ نبی یا ولی سے یوں کہا جائے کہ تم میری یہ حاجت پوری کردو، تم میرا یہ کام بنا دو اور اگر ان سے اس طرح نہ کہے بلکہ خدا تعالیٰ سے ان کے توسل سے دعا کرے یا ان سے یہ کہے کہ تم میرے واسطے خدا تعالیٰ سے دعا کرو، جبکہ ان کا دعا کرسکنا مشاہدہ یا نص سے ثابت ہو۔ یہ استمداد ہمارے نزدیک ناجائز نہیں اور

درحقیقت اس کو استمداد کہنا ہی مجاز ہے۔ دراصل یہ صورت توسل کے نام سے موسوم ہے۔ جس کو کوئی ناجائز نہیں کہتا۔

پس سائل نے سب سے پہلے جو حدیث ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کیلئے پانی اور ضروریات کی چیزیں حاصل کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضورؐ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کی رفاقت مجھے نصیب ہو قال او غیر ذلک قال ھو ذالک قال فاعنّی علی نفسک بکثرۃ السجود۔ اھ۔ مسلم (ج۱ص۱۹۳) آپؐ نے فرمایا کہ اس کے سوا اور کچھ مانگو انہوں نے عرض کیا کہ میں تو بس یہی مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اپنے نفس کے حق میں کثرت سجود سے تم میری مدد کرو۔ اھ۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی چیز کی درخواست کی جو عادۃً قدرت بشری سے خارج ہے یعنی جنت میں رفاقت مگر تفصیل گزشتہ میں غور کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ جو صورت استمداد اس حدیث میں مذکور ہے وہ آٹھویں قسم میں داخل ہے۔ جس کو ہم جائز کہتے ہیں۔ ناجائز نہیں کہتے علاوہ ازیں ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہ فرمانا کہ مانگو اس کا مطلب محاورہ کے موافق تو یہی ہے کہ جو چیز ہم دے سکتے ہیں وہ مانگو چنانچہ بعض دفعہ سلاطین دنیا بھی اپنے خدام سے ایسا کہہ دیا کرتے ہیں کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ جس کا مطلب ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ جو چیز ہمارے قبضہ قدرت میں ہے، وہ مانگو یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جو چاہو مانگو سب ہمارے قبضہ میں ہے۔

پس اس حدیث سے یہ سمجھنا کہ حضورؐ کے قبضہ میں سب کچھ ہے آپ جس کو جو چاہیں دے سکتے ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ رہا یہ کہ پھر ربیعہ اسلمی نے ایسی درخواست کیوں کی اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو قرینہ حال سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس وقت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص وقت ہے کہ آپ نے بدون کسی قید کے یہ ارشاد فرما دیا

کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس وقت میں جو کچھ مانگ لوں گا حق تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مجھے ضرور عطا فرما دینگے۔ چنانچہ انہوں نے ایک ایسی درخواست کی جو حضور کے اختیار سے باہر اور محض خدا تعالیٰ کی قدرت میں داخل تھی۔ کیونکہ صحابی جانتے تھے کہ میرا سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محض ظاہری طور پر ہے۔ ورنہ حقیقت میں میرا سوال حق تعالیٰ سے ہے اور اس کی قدرت میں سب کچھ ہے اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض ذریعہ اور وسیلہ اور دعا و شفاعت فرمانے والے ہیں۔

چنانچہ یہ حقیقت حضورؐ کے آئندہ کلام سے اچھی طرح واضح ہوگئی۔

﴿قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود﴾

''کہ تم کثرت سجود سے اپنے نفس کے حق میں میری مدد کرو۔''

اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ درخواست میرے قبضہ سے باہر ہے ہاں میں اس کے لئے دعا و شفاعت سے کوشش کرونگا اور تم کثرت سجود کے ساتھ کوشش کرتے رہنا۔ اس حدیث سے یہ ہرگز نہیں معلوم ہوتا کہ جنت میں داخل کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے کہ جس کو چاہیں داخل کر دیں۔ اگر آپ کو اختیار تام ہوتا اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہ ہوتی تو اس قید کی کیا ضرورت تھی۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا اختیار تام حاصل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو مومن اور جنتی کیوں نہ بنا دیا۔ بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو جنتی بنانے کی بہت ہی کوشش کی مگر ان کی قسمت میں جنت نہ تھی۔ اس لئے آپ کی کوشش کارگر نہ ہوئی اور آپ کو اس کے خاتمہ کفر سے رنج بھی ہوا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔''

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾

''تو شاید آپ اپنے آپ کو اس وجہ سے ہلاک کر ڈالیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔''

پس اس حدیث سے یہ سمجھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ نصوص قرآنیہ کے بالکل خلاف ہے وہاں تو صاف تصریح ہے۔

﴿قُلْ لاَّ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعاً وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰه﴾

''اے رسول فرما دیجئے کہ میں اپنے لئے (بھی) کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں ہاں مگر جو خدا چاہے''

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی جنت میں اپنے عمل سے نہ جائیں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی اپنے عمل سے نہ جاؤں گا۔ ہاں مگر یہ کہ خدا کا فضل و رحم مجھے ڈھانپ لے۔ غرض بکثرت نصوص موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت و دوزخ میں بھیجنے کا اختیار بجز خدا کے کسی کو نہیں۔ ہاں انبیاء و اولیاء باذن الٰہی شفاعت و دعا مومنین کے واسطے کریں گے۔ جو دربار الٰہی میں قبول ہو کر ان حضرات کے اعزاز و تقرب کی دلیل ہوگی۔

پس ربیعہ اسلمی کے سوال سے اتنی بات معلوم ہوئی کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض اوقات ایسی حالت ہوتی تھی کہ اس وقت آپ جس کے لئے جو دعا فرما دیتے تھے وہ بطور اعجاز کے قبول ہو جاتی تھی۔ جس کا دوام و استمرار نہ ضروری ہے نہ اس پر کوئی دلیل ہے۔ بلکہ اس کے خلاف پر دلائل قائم ہیں کہ بعض دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض دعائیں قبول نہیں ہوئیں اور حضرت شیخ عبدالحق رحمہ اللہ و علی قاریؒ کا بھی یہی مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاقید جو یہ فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ خاص حالت نصیب تھی کہ جس کے لئے آپ جو دعا

فرماویں گے قبول ہو جائے گی۔ باقی دعا و شفاعت کے سوا اختیار تام حاصل ہونا یہ مطلب شیخ کا ہرگز نہیں۔ چنانچہ اسی جگہ باذن پروردگار خود کے لفظ سے اس کی نفی ہوگئی ہے۔

اور کتاب الجہاد اشعۃ اللمعات میں تو حضرت شیخ نے اس مطلب کو بخوبی واضح کر دیا ہے ونصہ ہذا چہ میخواہند ایشاں باستمداد و امداد کہ ایں فرقہ منکر اند آنزا آنچہ با می فہمیم ازاں ایں است کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا میکند خدارا و طلب می کند حاجت خود را از جناب عزت و غنائے وے وتوسل می کند بروحانیت ایں بندۂ مکرم ومقرب در درگاہ عزت ومیگوید خداوندا بہ برکت ایں بندہ کہ رحمت کردۂ بروئے و اکرام کردۂ اور ابلطف و کرمی کہ بوے داری۔ برآوردہ گردان حاجت مرا کہ تو معطی نہ کریمی۔ یا ندای کند ایں بندۂ مکرم و مقرب را کہ اے بندہ اے ولی وے شفاعت کن مرا بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول ومطلوب مرا وقضا کند حاجت مرا پس معطی ومسئول پروردگار ست تعالیٰ وتقدس ونیست ایں بندہ درمیان مگر وسیلہ ونیست قادرہ فاعل ومتصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیائے خدا فانی و ہالک اند در فعل الٰہی وقدرت وسطوت وے ونیست ایشاں را فعل وقدرت تصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند نہ در ہنگام کہ زندہ بوند در دنیا واگر ایں معنی کہ در امداد و استمداد ذکر کردہ ایم موجب شرک وتوجہ بما سوائے حق باشند چنانکہ منکر زعم می کند پس باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از صالحان و دوستان خدا در حالت حیات نیز و ایں ممنوع نیست بلکہ مستحسن ومستحب است باتفاق وشائع است در دین۔ اھ

اس میں صاف تصریح ہے کہ قادر ومختار و فاعل ومتصرف حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں اور انبیاء واولیا و دوستانِ خدا فعل وسطوت وقدرت الٰہی میں ہالک اور فانی ہیں ان کا کچھ بھی فعل وتصرف نہیں ہوتا بلکہ وہ محض دعا وشفاعت کرتے ہیں نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت شیخ جس استمداد کو جائز فرماتے ہیں وہ وہی ہے۔ جس کو توسل کہا جاتا ہے اور اس کو علماء اہل سنت منع نہیں کرتے بلکہ اس کے منکر غیر مقلدین فرقہ وہابیہ ہیں۔

اس کے بعد سائل نے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت نقل کی ہے کہ ایک

نابینا شخص نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے حق تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ مجھ کو شفا عطا فرمائے آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو صبر کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر چاہو تو میں دعا کر دوں۔ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا ہی فرما دیجئے چنانچہ آپ نے اس کو حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعتیں پڑھے اور اس دعا کو پڑھ کر حق تعالیٰ سے درخواست کرے۔

﴿اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی. اللھم فیشفعه فی قال ابو اسحق ھذا حدیث صحیح رواہ ابن ماجة و اللفظ له و الترمذی وقال حسن صحیح و صححه البیھقی وزاد فقام و قد ابصرا﴾ (ابن ماجه مع انجاح الحاجة (ص. ا)

اس حدیث سے استمداد متعارف پر استدلال کرنا تو کسی طرح ممکن نہیں تفصیل گزشتہ میں غور کر لینے کے بعد ہر عاقل اقرار کرے گا کہ اس میں درخواست دعا اور توسل سے زیادہ کوئی بات نہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہوں الفاظ حدیث (الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ بوسیلہ تیرے نبی محمد نبی الرحمۃ کے صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تو خدا سے سوال ہے بوسیلہ سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اگلا لفظ اللّٰھم فیشفعه فیّ الٰھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما) طلب شفاعت میں بالکل ہی صاف اور ظاہر ہے اور توسل یا طلب دعا و شفاعت کو ہم ہرگز منع نہیں کرتے اس کو استعانت و استمداد متعارف سے کیا واسطہ استعانت تو جب ہوتی کہ آپ سے سوال ہوتا یہاں تو خدا سے سوال ہے وہی دینے والا ہے پس یہ تو صاف توسل کی صورت ہوگئی پھر آگے اور بھی صاف ہے۔

﴿یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی﴾

''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو جائے۔''

رہا یہ کہ اس حدیث میں آپ کو ندا ہے اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہ ندائے بعید نہیں بلکہ ندائے قریب ہے کیونکہ وہ نابینا مسجد نبوی میں یہ دعا کر رہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریب ہی وہاں تشریف فرما تھے تو جس وقت اس نے حضور کا نام بصیغۂ ندا لیا ہوگا اس وقت آپ نے بھی بطور شفاعت کے دعا فرما دی ہوگی لہٰذا اس میں تو کچھ بھی اشکال نہیں ہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ طبرانی وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف نے بعد وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ایک شخص کو یہ دعا صیغہ ندا ہی کے ساتھ تعلیم فرمائی ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ندا کی چوتھی قسم میں داخل ہے جس کو جائز کہتے ہیں کہ ندا غائبانہ ہو مگر ندا کا قصد نہ ہو بلکہ کسی دعا میں آیت یا حدیث سے ندا کا صیغہ ثابت تھا اس کو اسی طرح دعا سمجھ کر پڑھ دیا دوسرے یہ ایک صحابی کا فعل ہے اور فعل صحابی اگر اصول شرعیہ کے خلاف ہو تو اس سے احتجاج نہیں ہو سکتا بلکہ خود اسی میں تاویل کی جائے گی کیونکہ صحابی سے غلطی اجتہادی ہو جانا ممکن ہے اور وصال نبوی کے بعد آپ کو ندا کرنا اصول شرعیہ کے خلاف ہے چنانچہ اسی لئے بعض صحابہ وصال نبوی کے بعد تشہد میں بجائے السلام علیک ایھا النبی کے صرف السلام علی النبی بحذف ندا کہتے تھے۔

قال عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی عطاء ان الصحابةؓ کانوا یقولون والنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حی السلام علیک ایھا النبی فلما مات قالوا السلام علی النبی وھذا اسناد صحیح. اھ (فتح الباری، صفحہ ۲۶ ج ۲)

عبدالرزاق کو ابن جریج نے خبر دی کہ ان سے عطاء بن ابی رباح نے فرمایا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تو السلام علیک ایھا النبی (تشہد میں) کہتے تھے (کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام نازل

ہو) پھر جب آپ کا وصال ہوگیا تو وہ السلام علی النبی کہنے لگے (کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام نازل ہو یعنی حرف ندا کو حذف کر دیا) یہ سند صحیح ہے۔ اور در حقیقت اصول شرعیہ کے موافق قیاس کا مقتضی یہی تھا جو ان بعض صحابہ نے کیا لیکن علماء مذہب نے تشہد میں اس قیاس کو اس لئے ترک کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم اس اہتمام کے ساتھ فرمائی ہے جیسا کہ آپ قرآن کی سورت تعلیم فرمایا کرتے تھے تو جس طرح آیات قرآنیہ میں جا بجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بصیغۂ ندا یاد کیا گیا ہے مثلاً يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ اِلَيْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط و امثالها اور آیات میں تغیر و تبدل جائز نہیں اسی طرح تشہد میں بھی تغیر کو پسند نہیں کیا گیا چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس کے جواب میں اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

﴿روى سعيد بن منصور من طريق ابى عبيدة بن عبدالله بن مسعود عن ابيه ان النبى صلى الله عليه وسلم علمهم التشهد فذكره قال فقال ابن عباس انما كنا نقول السلام عليک ايها النبى اذ كان حيًّا فقال ابن مسعود هكذا علّمنا وهكذا نعلم اهـ (ذكره الحافظ فى الفتح ايضاً ص ۲۶، ج ۲ و اعلّه بان ابا عبيدة لم يسمع من ابيک قلت قد صحح الدارقطنى احاديثه عن ابيه فاما ان ثبت عنده سماعه منه او عرف ان الواسطة بينهما ثقة﴾

"سعید بن منصور نے ابوعبیدہ کے واسطے سے روایت کی ہے کہ وہ اپنے والد بزرگ عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تشہد (اس طرح) تعلیم فرمائی پھر اس کو بیان کیا ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ اس پر عبداللہ بن عباس نے یہ کہا کہ ہم تشہد میں السلام علیک ایہا النبی اس وقت کہتے

تھے جبکہ حضور زندہ تھے۔"

(مطلب یہ تھا کہ اب صیغۂ ندا حذف کر دینا چاہیے) عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ہم کو اسی طرح تعلیم دی گئی ہے اور اس طرح ہم تعلیم دیں گے۔ اھ۔

مگر ظاہر ہے کہ جو دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا صحابی کو تعلیم فرمائی تھی اس میں تشہد کے برابر اہتمام تعلیم نہ تھا لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس میں سے حرف ندا کو حذف نہ کیا جائے۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی عام تعلیم فرمائی تھی جہاں بعض مصلین یقیناً بعید وغائب تھے اس سے اس ندا کا جواز نص سے ثابت ہوتا ہے بخلاف حدیث اعمیٰ کے کہ آپ کی تعلیم عام نہ تھی۔ یہاں قیاس پر عمل کیا جاوے گا علاوہ ازیں یہ کہ طبرانی وبیہقی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس شخص کو یہ دعا تعلیم فرمائی تھی اس سے یہ بھی فرمایا تھا کہ میضاۃ پر جا کر وضو کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعتیں پڑھو پھر اس دعا کے ذریعہ سے اپنی حاجت خدا سے مانگو۔ جس سے متبادر یہی ہے کہ آپ نے اس کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے کا حکم فرمایا اور وہاں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی اسی طرح تشریف فرما ہیں جس طرح بزمانۂ حیات تھے تو اس صورت میں ندا غائب بھی لازم نہیں آتی۔

﴿روی الطبرانی فی الکبیر الحدیث بطوله وفیه فقال له ان حنیف ائت المیضأة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل رکعتین ثم قل اللهم انی اسئلک الخ و رواه البیهقی من طریقین نحوه و اخرج الطبرانی فی الکبیر والاوسط بسند فیه روح بن صلاح و ثقه ابن حبان و الحاکم و فیه ضعف وبقیة رجاله رجال الصحیح اھ ملخصا بجاح الحاجة (ص ۱۰۰) قلت والاختلاف فی التوثیق لایضر﴾

اور اگر کسی نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی قید بھی نہ لگائی ہو تو ممکن ہے کہ اس نے لفظ ندا کو باتباع لفظ وارد استعمال کیا ہو اور ندا کا قصد نہ ہو جیسا کہ تشہد میں بھی محض اتباع لفظ وارد کی وجہ سے ندا کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے اور ندا کا قصد نہیں ہوتا۔ پس یہاں چونکہ حدیث میں بصیغۂ ندا تعلیم واقع ہوئی ہے اس میں تو گنجائش ہے دوسری جگہ استعمال ندا کی کیا دلیل ہے اگر کوئی یہ کہے کہ ہم سب کو عثمان بن حنیف کے فعل پر قیاس کر لیں گے اس کا جواب ظاہر ہے کہ ان کا فعل خود خلاف قیاس ہے جس پر قیاس صحیح نہیں پھر انہوں نے محض لفظ حدیث کی اتباع کی بناء پر خاص ایسی دعا میں ایسا کیا ہے اور تم جو دوسرے اقوال میں ندا کرتے ہو اس میں تعلیم نبوی کا کون سا اتباع ہے پھر سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امت کا سلام و پیام پہنچانے کے لئے فرشتے مامور ہیں ممکن ہے کہ سلف نے صیغۂ ندا کو اسی خیال سے اس دعا میں استعمال کیا ہو کہ فرشتے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیں گے اور ان کا قصد ندا کا نہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو ندا کرنے میں یہ تاویل بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ خصوصیت کسی اور کے لئے ثابت نہیں اس کے بعد سائل نے تیسری حدیث زین بن علی کی پیش کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی راستہ بھول جائے یا جنگل بیابان میں جہاں کوئی آدمی نہ ہو اسے کسی قسم کی امداد کی ضرورت ہو تو وہ **یا عباد اللہ اعینونی** کہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے بندے ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتے وہ اس کی امداد کر دیں گے۔

اس سے بعض لوگوں نے ندا غائب کے جواز پر استدلال کیا ہے مگر اولاً گزارش یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جس سے احتجاج نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث ضعیف پر اس وقت عمل جائز ہے جبکہ وہ اصول شرعیہ کے خلاف نہ ہو پس اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس حدیث میں ندا غائب مذکور ہے تو اصول حدیث وفقہ کے مطابق ہم کو یہ عرض کرنے کا حق ہے کہ حدیث ضعیف سے احکام ثابت نہیں ہو سکتے بالخصوص جبکہ وہ اصول شرع کے خلاف وارد ہوں۔ عزیزی شرح جامع صغیر میں اس حدیث کو عبداللہ بن مسعود کی روایت سے نقل

کر کے کہا ہے **قال الشیخ حدیث ضعیف** اھ (صفحہ ۵ جلد ۱)

اور حاشیہ حصن حصین میں جو لکھا ہے **قال بعض العلماء الثقات حدیث حسن یحتاج الیہ المسافرون** اھ (صفحہ ۱۲۷)

سو اس سے تحسین بقاعدۂ محدثین مراد نہیں بلکہ مجرب ہونے کے اعتبار سے تحسین مراد ہے یہ حدیث مسافروں کے لئے کارآمد ہونے کے اعتبار سے عمدہ ہے اور اگر بقاعدۂ روایت ہی تحسین مراد ہو تو چونکہ ان بعض علماء ثقات کا نام معلوم نہیں اس لئے ایسی مجہول تحسین اثبات احکام کے لئے کافی نہیں۔ پھر بعد تسلیم صحت اس حدیث سے نداء غائب کا جواز کسی طرح نہیں نکل سکتا کیونکہ حدیث سے یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ عباد اللہ کہاں ہیں اس کے قریب ہیں یا بعید ہاں اتنا معلوم ہوا کہ یہ ان کو دیکھتا نہیں مگر ظاہر ہے کہ متکلم کا نہ دیکھنا مخاطب کے قرب و بعد یا سماع و عدم سماع کی دلیل نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ عبداللہ بن مسعود کی روایت میں اس کی تصریح بھی ہے کہ وہ عباد اللہ جنگل ہی میں حاضر ہوتے ہیں۔

﴿کما فی الجامع الصغیر مع العزیزی اذا انفلتت دابة احدکم بارض فلاةٍ فلیناد یا عباد اللّٰہ احبسوا علیَّ فان للّٰہ فی الارض حاضراً سیحبسہ علیکم ع و ابن السنی طب عن ابن مسعود قال الشیخ حدیث ضعیف اھ ای رواہ ابو یعلی و ابن السنی والطبرانی عن عبداللہ.﴾

شارح عزیزی لفظ حاضراً کی شرح میں لکھتے ہیں۔

﴿خلقا من خلقہ انسیا او جنیا او ملکاً لا یغیب﴾ اھ (ص ۱۰۵ جلد ۱)

''یعنی زمین میں اللہ کی بعض مخلوق ایسی ہے جو غائب نہیں ہوتی خواہ وہ انسان ہوں یا جن یا فرشتے۔''

پس اب تو کسی طرح اس کو ندا غائب نہیں کہا جا سکتا رہا یہ کہ اس میں مخلوق سے

طلب اعانت ہے اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہ استعانت زندہ مخلوق سے امور عادیہ میں ہے (جو عادۃً قدرت بشری یا جنی یا ملکی میں داخل ہیں مثلاً بھاگے ہوئے جانور کو روک دینا یا گم شدہ چیز کو تلاش کر دینا یا رستہ بتلا دینا وغیرہ) اور ایسی استعانت ہمارے نزدیک جائز ہے جیسا کہ تفصیل گزشتہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ اس حدیث سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ غائبین سے یا مردوں سے بھی دنیوی حاجات میں بالخصوص امور غیر عادیہ میں استعانت جائز ہے۔ اس کے بعد سائل نے یہ اشکال پیش کیا ہے کہ حضرت صفیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی نے آنحضرت سے بعد وفات کے کہا الا یا رسول اللّٰہ کنت رجاء نا الخ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو انہوں نے یہ اشعار روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر کہے تھے جس میں ندا غائب کا احتمال ہی نہیں اور اگر غائبانہ بھی ہو تو اشعار میں محبوب کو خطاب ہمیشہ اظہار شوق و محبت وغیرہ کے لئے کیا جاتا ہے اس سے ندا مقصود نہیں ہوتی پھر اس جواب کی ضرورت بھی اس وقت ہے جبکہ حضرت صفیہ سے ان اشعار کا ثبوت بقاعدہ محدثین ہو جائے ورنہ محض اہل سیر کی روایت سے احکام کا ثبوت یا رد نہیں ہو سکتا اس کے بعد سائل نے یہ حدیث جواز استعانۃ من اہل القبور کی دلیل میں پیش کی ہے۔

﴿قال رسول الله صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور.﴾

مگر سائل نے اس کے ثبوت و صحت کی کوئی دلیل نہیں لکھی لہٰذا سب سے پہلے اس کو یہ ثابت کرنا چاہیے کہ یہ حدیث بقاعدۂ محدثین صحیح ہے اور محض شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ کا بلاسند نقل کر دینا صحت کی دلیل نہیں کیونکہ حضرت شیخ قدس سرہ اس باب میں بہت متساہل ہیں۔ پھر بتقدیر تسلیم ثبوت اس پر کیا دلیل ہے کہ اس حدیث میں استعانت کے یہ معنے ہیں کہ مردوں سے اپنی حاجات مانگا کرو۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے توسل مراد ہے کہ اموات کے وسیلہ سے دعا کیا کرو اور تخصیص اموات کی وجہ غالباً یہ ہے جو صحاح میں ابن مسعودؓ سے منقول ہے۔

﴿ان الحی لایؤمن علیه الفتنة﴾

''کہ زندہ آدمی پر فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے''

اور جو لوگ ایمان پر وفات پا چکے ہیں ان پر یہ اندیشہ نہیں نیز یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جب تم کسی امر میں پریشان ہو تو زیارت قبور سے اعانت حاصل کیا کرو کیونکہ زیارت قبور سے تم کو آخرت اور موت کی یاد تازہ ہوگی جس سے اعمال صالحہ کی طرف رغبت بڑھے گی اور یہ رحمت الٰہی کا سبب ہو جائے گا اس صورت میں اس حدیث کا وہی حاصل ہوگا جو آیت واستعینوا بالصبر و الصلوۃ کا حاصل ہے اس کے بعد سائل نے امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ بلا سند نقل کیا ہے کہ آپ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے مزار پر جاتے اور اس کے دروازہ پر جھاڑو دیتے اور مجاوروں کو بخشش عطا فرماتے اور امام رحمہ اللہ سے اپنے کاموں میں استغاثت کرتے تھے ۔ اھ۔ اس کے متعلق بھی یہ عرض ہے کہ اس میں کوئی لفظ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان سے یہ عرض کرتے تھے کہ آپ میرا یہ کام کر دیجیے بلکہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق یہاں بھی استعانت سے محض توسل مراد ہے کیونکہ حضرت شیخ نے صاف صاف بیان فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک استعانت اور استمداد چاہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بوسیلہ بندہ مقرب دعا کی جائے یا اس بندۂ مقرب سے یہ عرض کیا جائے کہ وہ حق تعالیٰ سے دعا کرے سو اس کو ہم بھی منع نہیں کرتے اور یہ جواب اس وقت ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کا یہ واقعہ بسند صحیح ثابت ہو جائے جو کہ تقریباً ناممکن ہے کیونکہ زمانہ تابعین و تبع تابعین تک مزاروں پر مجاوروں کے رہنے اور ان کو بخشش وغیرہ دینے کی بدعت شروع نہ ہوئی تھی لہٰذا غالب گمان یہ ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اسی طرح سائل نے زبدۃ الآثار للشیخ دہلوی سے حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

﴿من استغاث بی فی کربته کشفت عنه و من نادانی باسمی فی شدةٍ فرجت عنه و من توسل بی الی اللّٰه تعالیٰ فی حاجة قضیت له. اھ۔

ہمارے نزدیک یہ بھی سراسر موضوع ہے اور حضرت شیخ عبدالحقؒ کا بلا سند اس کو

نقل کر دینا حجت نہیں جب تک کہ حضرت شیخ سے غوث اعظمؒ تک سلسلہ روایت پھر ان راویوں کا ثقہ ہونا ثابت نہ ہو کیونکہ فاضل سائل کو یہ بات اوپر معلوم ہو چکی ہے کہ اثبات احکام کیلئے حدیث ضعیف بھی کافی نہیں۔ نیز اگر حدیث ضعیف اصول شرعیہ کے خلاف ہو تو اس پر عمل جائز نہیں۔ پھر ائمہ و اولیاء اللہ کے اقوال و افعال سے احکام کا ثبوت کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ وہ بلا سند ہوں یا سند ضعیف سے ثابت ہوں۔

پس اب دو صورتیں ہیں اگر اصول سے کام لیا جائے تو ان بلا سند اقوال و افعال کو رد کر دینا چاہیے اور اگر مصنفین کے ساتھ حسن ظن سے کام لیا جائے تو ان اقوال و افعال کو صحیح محمل پر محمول کر لینا چاہیے۔ چنانچہ بتقدیر تسلیم ہمارے نزدیک حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی اپنی مصیبت میں خدا تعالیٰ سے میرے وسیلہ سے فریاد کرے گا۔ اس کی مصیبت دور ہو جائیگی اور جو کوئی میرا نام لیکر خدا تعالیٰ سے اپنی تکلیف میں دعا کرے گا اس کی تکلیف زائل ہو جائے گی۔

چنانچہ اگلا فقرہ ومن توسل بی الی اللّٰہ تعالیٰ فی حاجۃ قضیت لہ (جو کوئی اپنی حاجت کیلئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں مجھ سے توسل کرے اس کی حاجت پوری ہو جائے گی)۔ اس مطلب پر قرینہ ظاہرہ ہے اور ہمارے نزدیک اس عبارت میں کشفت وفرجت وقضیت یہ تمام الفاظ بصیغۂ مونث ہیں بصیغۂ تکلم نہیں ہیں اور اگر صیغۂ تکلم کو بھی صحیح مان لیا جائے تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں اپنی قدرت وتصرف سے ایسا کروں گا۔ کیونکہ شیخ عبدالحقؒ کی عبارت میں یہ امر صاف طور پر مذکور ہے کہ اولیاء کیلئے نہ اس وقت قدرت تصرف کسی فعل کی ثابت ہے جبکہ وہ قبروں میں ہیں اور نہ اس وقت ثابت تھی جبکہ وہ زندہ تھے بلکہ قادر و فاعل و متصرف ہر فعل میں حق تعالیٰ شانہ ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس مصیبت وکلفت کے زائل ہونے اور حاجت پوری ہونے کے لئے دربار الٰہی میں دعا و سفارش کرونگا۔ جس سے انشاء اللہ وہ مصیبت زائل اور حاجت پوری ہو جائے گی اور نادانی باسمی سے نداء غائب پر استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ میرا نام لیکر خدا سے دعا کرے۔ جس کا حاصل وہی ہے کہ مجھ سے توسل

کرے اور خدا تعالیٰ سے سوال کرے اور مجھ کو ذریعہ واسطہ وسیلہ قرار دے

چنانچہ دوسری جگہ یہ الفاظ صاف مذکور ہیں۔ ویذکر اسمی ویذکر حاجة فانها تقضی باذن اللّٰه تعالیٰ یعنی میرا نام لے اور اپنی حاجت کو ذکر کرے تو وہ خدا کے حکم سے پوری ہو جائیگی (برکات الامداد ص ۱۹) رہا یہ کہ حضرت غوث اعظم کے بعض مریدوں نے ایک مرتبہ خوفناک جنگل میں یا شیخ عبدالقادر جمالی فقدت (اے شیخ عبدالقادر میرے اونٹ کھو گئے) کہا تھا سو اس میں اول تو وہی گزارش ہے کہ اس واقعہ کا صحیح ہونا بسند ثابت کیا جائے دوسرے اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ مرید عالم متقی تھے کوئی جاہل نہ تھے۔

ممکن ہے کہ یہ کسی جاہل مرید کا فعل ہو جو کسی درجہ میں بھی قابل التفات نہیں رہا یہ کہ اس مرید کے ایسا کہنے سے فوراً اس کی امداد کیلئے ایک سفید پوش ظاہر ہو گیا تھا۔ جس نے وہ گمشدہ اونٹ اس کو بتلا دیئے تو یہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ کوئی عالم متقی شخص تھا کیونکہ جاہل مشرک لوگ بھی بکثرت اپنے دیوتاؤں سے مرادیں مانگتے ہیں اور حق تعالیٰ ان کی بھی بعض مرادیں پوری کر دیتے ہیں اس سے یہ ہرگز دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ مشرک صحیح راستہ پر ہیں اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وہ مرید عالم و متقی بھی تھے تو ہر عالم کا فعل کب حجت ہو سکتا ہے۔

پھر ممکن ہے کہ اس کا اعتقاد مشرکانہ نہ ہو اس نے غلبہ شوق و محبت سے صیغہ ندا کا استعمال کیا ہو جس کو ہم ناجائز نہیں کہتے۔ مگر چونکہ آجکل عوام کے عقائد مسئلہ ندا میں شرک و کفر کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے ان کو اس سے منع کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد سائل نے سیدی احمد مرزوقؒ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ان سے شیخ ابو العباس حضرمیؒ نے پوچھا کہ زندہ ولی کی امداد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی۔ انہوں نے کہا کہ بعض لوگ تو زندہ کی امداد کو قوی بتلاتے ہیں مگر میرے نزدیک مردہ کی امداد زیادہ قوی ہے۔ اس پر شیخ نے فرمایا کہ ہاں یہی صحیح ہے کیونکہ وہ دربار حق میں پہنچ گیا ہے۔ اھ۔

سو اس کو استعانت سے کوئی بھی واسطہ نہیں کیونکہ اس میں اس کا کچھ بھی ذکر نہیں کہ مردوں سے استعانت کرنا چاہیے اور ان سے یوں کہنا چاہیے کہ تم ہمارا یہ کام کر دو

بلکہ یہاں امداد سے افاضہ روحانی مراد ہے۔ چنانچہ صوفیہ کے کلام میں مدد اور امداد کا لفظ بمعنی فیض وافاضہ روحانی بکثرت مستعمل ہوتا ہے۔

پس حاصل اس کا یہ ہوا کہ ولی میت کا فیض روحانی زیادہ قوی ہوتا ہے اور ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اولیاء اللہ سے مرنے کے بعد بھی روحانی فیض حاصل ہوسکتا ہے اور جو لوگ اس کے اہل ہیں ان کے لئے بشرائط مخصوصہ اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر ان سے فیض حاصل کرنا ہمارے نزدیک جائز بھی ہے۔ ہم تو صرف اس کو حرام کہتے ہیں کہ ان کو حاجت روا سمجھا جائے یا خود ان سے مزار پر جا کر یا دور ہی بیٹھے یہ کہا جائے کہ تم ہمارا یہ کام کردو باقی ان سے توسل کرنے یا ان کی روحانیت سے فیض حاصل کرنے کو ہم منع نہیں کرتے فافہم۔

اس کے بعد سائل نے جناب علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہ کی تفسیر سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ **وقد تواتر عن کثیر من الاولیاء یعنی ارواحهم انهم ینصرون اولیائهم ویدمرون اعدائهم** اھ۔ کہ بہت سے اولیاء یعنی ان کی ارواح سے درجہ تواتر کو یہ بات پہنچ گئی ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کرتے اور ان کے دشمنوں کو تباہ کردیتے ہیں۔ اھ۔ مگر نہ معلوم ان کو استعانت مروجہ سے کیا تعلق ہے کیا تفسیر مظہری میں کہیں بھی یہ ذکر ہے کہ اولیاء اللہ کو دور بیٹھے یا مرنے کے بعد اپنی امداد کیلئے پکارا کرو۔ یا ان کے مزاروں پر جا کر خود ان سے ہی اپنی حاجتیں مانگا کرو۔

جو عبارت فاضل سائل نے نقل کی ہے اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ اولیاء اللہ سے وفات کے بعد بھی کرامات کا ظہور ہوتا ہے اس کا کون منکر ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ جس طرح زندگی میں جس قدر کرامات ان سے ظاہر ہوتی تھیں۔ ان میں فاعل ومتصرف اور قادر صرف حق تعالیٰ ہے اور وہ محض ذریعہ اور وسیلہ ہوتے تھے۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی وہ خود کچھ نہیں کرسکتے بلکہ حق تعالیٰ اپنی قدرت سے ان کی ارواح کو ظہور کرامت کا وسیلہ اور ذریعہ بنادیتے ہیں اور درحقیقت وہ خدا تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے۔

پس اولیاء سے بعد وفات کے ظہور کرامات کا ہم کو بھی انکار نہیں۔ سائل نے مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے مکتوبات میں سے بھی ایک عبارت

نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسی طرح اہل حاجات اپنے زندہ اور مردہ عزیزوں سے خطرناک حوادث میں مدد طلب کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ ان عزیزوں کی روحیں حاضر ہو کر ان سے بلاؤں کو دفع کر دیتی ہیں۔ اھ۔

اس میں بھی صرف اس کا بیان ہے کہ اولیاء و مشائخ سے حیات میں بھی اور مرنے کے بعد بھی کرامات وخوارق کا ظہور ہوسکتا ہے۔ رہا یہ کہ اہل حاجات ان سے امداد طلب کرتے ہیں اس کا وہی مطلب ہے جو شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے استعانت واستمداد کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے یعنی وہ ان کے توسل سے حق تعالیٰ کی جناب میں امداد کے خواہاں ہوتے ہیں اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خود ان سے حاجات مانگتے ہیں اور وہ ارواح خود کچھ کرسکتی ہیں۔ حاشا وکلا قطب وقت شیخ عبدالقدوس قدس سرہ درمکتوبات خود می فرمایند۔ بندہ بیچارہ قادر یست کہ درعین قدرت خود عاجز است۔ ومختار یست کہ درعین اختیار خود ضعیف است۔ چرا کہ تہمت اختیار بروئے نہادہ اند۔

ہر نیک و بدے کہ درجہاں می گزرد   خود می کند و بہانہ برعام نہاد

اے عزیز آنکہ اختیار بندہ راقوت می نہد مگر دیدہ اش اینجا نظر نیفتادہ است کہ حق تعالیٰ می فرماید خُلِقَ الانسان ضعیفاً اختیار بندہ صفت بندہ است وصفت از موصوف جدا نیست پس لاجرم بندہ با جملہ صفاتِ خود ضعیف و عاجز بوداھ ملخصا (ص ۳۰)

سائل فاضل کو سمجھنا چاہیے کہ کرامات اولیاء معجزات انبیاء سے زیادہ تر نہیں ہوسکتیں اور معجزات کے بارہ میں حق تعالیٰ کا صاف ارشاد موجود ہے۔

﴿وما كان لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

''کسی نبی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ بدون خدا تعالیٰ کے حکم کے کوئی معجزہ لا سکے''۔

پھر اولیاء میں کب یہ طاقت ہے کہ وہ خود کوئی کرامت ظاہر کرسکیں یا کسی شخص کی امداد بدون حکم خداوندی کرسکیں۔

﴿يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

''اسی سے تمام زمین وآسمان والے سوال کرتے ہیں''

پس استعانت و استمداد اسی سے ہونی چاہیے ہاں مقربان بارگاہ سے توسل کرنے کا مضائقہ نہیں۔اس کے بعد سائل نے منہیہ ردالمختار کی عبارت نقل کی ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی انسان کی کوئی چیز ضائع ہو جائے اور وہ چاہے کہ حق تعالیٰ اسے واپس فرما دیں تو اس کو چاہیے کہ ایک اونچی جگہ پر روضہ (احمد بن علوانؒ) کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور یہ کہے کہ اے سیدی احمد بن علوان میری گم شدہ چیز مجھے واپس کر دو ورنہ میں تمہارے (نام) کو دفتر اولیاء سے نکال دوں گا۔انتہی ملخصا۔نیز علامہ خیر الدین رملی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ یا شیخ عبدالقادر کہنا نداء ہے اور جب اس کے ساتھ شیئاً للہ ملا دیا جائے تو اس میں خدا واسطے ایک چیز مانگنا ہے۔اس کی حرمت کا کیا سبب ہے۔اھ۔

امر اول کی نسبت یہ گزارش ہے کہ یہ منہیہ ردالمختار میں کسی نے غالباً ملحق کر دیا ہے۔علامہ شامی کا اس کو فتویٰ سمجھنا بالکل غلط ہے کیونکہ صورت اولیٰ میں ایک ولی کے ساتھ جس قدر گستاخی اور بے ادبی ہے وہ کسی عاقل پر مخفی نہیں۔بھلا جو شخص ایک ولی سے استعانت کرے اسی کو خود یہ دھمکی بھی دے کہ اگر ایسا نہ کرو گے تو میں تمہارا نام دفتر اولیاء سے نکال دوں گا۔اس گستاخی کی کچھ حد ہے پس یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر علامہ شامی کے نزدیک اولیاء سے استعانت جائز ہے تو وہ اس گستاخی کی کیونکر اجازت دے سکتے ہیں۔علاوہ ازیں یہ کہ اس نداء و استعانت سے یہ امر مفہوم ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ متصرف ہیں اور جو شخص اس طرح ندا کریگا وہ یقیناً ان کو متصرف سمجھے گا اور علامہ شامی نے ایک مقام پر اس کی تصریح کی ہے کہ اولیاء اللہ کو متصرف سمجھنا کفر ہے۔

﴿ومنها انه ان ظنّ ان الميت يتصرف فی الامور دون الله تعالیٰ و اعتقادهٔ ذلک کفر ﴾اھ (ص ۲۰۶ ج ۲)

نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مقصود ان کا اس عمل کی خاصیت بیان کرنا ہے۔قطع نظر جواز و عدم جواز سے جیسا قول جمیل میں مولانا حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ایک عمل کشف وقائع کا لکھا ہے اور اس میں ایک قرآن پشت کی طرف بھی رکھا جاتا ہے۔تو یہ دلیل جواز

نہیں ہے اور علامہ رملی کے قول کا جواب یہ ہے کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ یا شیخ عبدالقادر شیئا للہ کی حرمت کا کیا سبب ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کی سمجھ میں وجہ حرمت نہیں آئی۔ سو ان کی سمجھ میں نہ آنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وجہ حرمت واقع میں بھی نہ ہو لان فوق کل ذی علم علیم ٥ دوسرے علماء کی سمجھ میں وجہ حرمت آ گئی ہے اور انہوں نے اس کو بیان بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

﴿كذا قول شيئ لله قيل بكفره ١٥ (ص٤٧٥ ج٣) و في ردالمحتار لعل وجه انه طلب شيئا الله تعالىٰ والله تعالى غنى عن كل شيئ والكل مفتقر و محتاج اليه و ينبغي ان يرجح عدم التكفير فانه يمكن ان يقول اردت اطلب شيئا اكراما لله اھ شرح الوهبانيه قلت فينبغي او يجب التباعد عن هذه العبارة و قد مر ان مافيه خلاف يؤمر بالتوبة والاستغفار و تجديد النكاح لكن هذا ان كان لايدرى ما يقولُ اما ان قصد المعنى الصحيح فالظاهر انه لابأس به﴾ اھ (ص۴۷۵، ج۳)

ترجمہ:۔ ''اسی طرح شیئا للہ کہنے سے بعض کے نزدیک کفر ہو جاتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کیلئے ایک چیز مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے اور سب اسی کے محتاج ہیں اور مناسب یہ ہے کہ عدم تکفیر کو ترجیح دی جائے کیونکہ قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا مقصود خدا کی عظمت کے صدقہ سے سوال کرنا تھا شارح کہتے ہیں۔''

کہ پس مناسب بلکہ واجب یہ ہے کہ ایسے الفاظ سے احتراز کیا جاوے کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ جن الفاظ سے کفر ہونے میں اختلاف ہے ان میں توبہ واستغفار وتجدید نکاح کا حکم کیا جاویگا لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ کہنے والے کو یہ نہ معلوم ہو کہ میں کیا کہہ رہا

ہوں (اور اس کا مطلب کیا ہے) اور اگر صحیح معنی (کو جانتا ہو اور اسی) کا قصد کرتا ہو تو بظاہر اس میں کہنے کی اجازت کیونکر دی جا سکتی ہے جو کہ صحیح معنے اور غلط میں فرق نہیں سمجھتے بالخصوص اگر اس کے ساتھ یا شیخ عبدالقادر بھی ملا دیا جائے۔ جب تو کفر کا قوی اندیشہ ہے کیونکہ عوام حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ و دیگر اولیاء کو اس اعتقاد کے ساتھ ندا کرتے ہیں کہ وہ متصرف ہیں سب کچھ کر سکتے ہیں اور جو کوئی ان کو پکارتا ہے اس کی بات کو سنتے ہیں اور اوپر علامہ شامی کا قول گزر چکا ہے جس میں وہ صاف فرماتے ہیں کہ اولیاء کو متصرف سمجھنا اعتقاد کفر ہے۔

مولانا عبدالحی قدس سرہٗ اپنے فتاوی میں یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کے وظیفہ کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں ثانیاً ازیں جہت کہ ایں وظیفہ متضمن است ندائے اموات راز مکنہ بعیدہ و شرعاً ثابت نیست کہ اولیاء را قدرتے حاصل است کہ از مکنہ بعیدہ ندارا بشنو ندا البتہ سماع اموات سلام زائر قبر را ثابت ست بلکہ اعتقاد اینکہ کسی غیر حق سبحانہ حاضر و عالم و حالم خفی و جلی در ہر وقت و ہر آں است اعتقاد شرک ست در فتاوی بزازیہ می نویسد۔ تزوّج بلاشہود و قال خدائے و رسول خدا و فرشتگاں را گواہ کردم۔ **یکفر لانہ اعتقد ان الرسول و الملک یعلمان الغیب و قال علمائنا من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر انتھی** وحضرت شیخ عبدالقادر اگر چہ از اجلۂ اولیائے امت محمدیہ ہستند و مناقب و فضائل شاں **لاتعد ولا تحصی** اند لیکن چنیں قدرت شاں کہ فریاد را از امکنہ بعیدہ بشنوند و بفریا درسند ثابت نیست۔ و اعتقاد اینکہ آنجناب ہر وقت حال مریدان خود میدانند و ندائے شاں می شنوند از عقائد شرک است واللہ اعلم۔ (ص ۳۳۱ ج ۴ مع الخلاصۃ)

فتاوی بزازیہ کی عبارت سے یہ امر صاف طور پر واضح ہو گیا کہ ارواح مشائخ کو حاضر سمجھنا کہ وہ سب کچھ جانتے سنتے ہیں۔ عقیدہ کفر ہے اسی لئے ہم یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کے وظیفہ سے منع کرتے اور اس کی حرمت کا فتوی دیتے ہیں۔ فاضل سائل نے کسی کتاب سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت محبوب عالم اپنے مریدوں کو بعد نماز کے شیئاً للہ یا حضرت سلطان سنجرہ ایک سو تیرہ مرتبہ پڑھنے کی اجازت دیا کرتے تھے اھ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی بزرگ کا فعل شریعت میں حجت نہیں ہے۔ اس سے احکام کا ثبوت نہیں ہوسکتا بلکہ اگر کسی بزرگ سے کوئی فعل خلاف شرع صادر ہوا ہے تو حسن ظن کی بنا پر اس میں تاویل کر لینی چاہیے اور حکم شرعی کو نہ بدلنا چاہیے۔ پس اگر تسلیم کرلیا جائے کہ یہ واقعہ صحیح ہے تو ممکن ہے۔ حضرت محبوب عالم رحمہ اللہ نے اس نداء کو غلبہ شوق و محبت پر محمول کر کے جائز سمجھا ہو اور جن مریدوں کو اس کی اجازت دی ہو وہ ان کے نزدیک خوش عقیدہ اور خوش فہم ہوں۔ جن کی نسبت ان کو یہ شبہ نہ ہو کہ وہ۔

لوگ اس نداء میں حضرت سلطان کے متصرف اور حاضر و ناظر ہونے کا اعتقاد کریں گے۔ باقی ان کے قول سے یہ استدلال کرنا کہ نداء غائب مطلقاً جائز ہے اور اولیاء اللہ ندا کو دور سے سنتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی جو کوئی ان کو پکارتا ہے اس کی ان کو خبر ہوتی ہے۔ غلط استدلال ہے کیونکہ اولیاء اللہ اتباع شریعت کے مامور ہیں۔ شریعت ان کے افعال کے تابع نہیں ہے۔ پس اگر کسی ولی سے کوئی کام خلاف شریعت ثابت ہو تو اگر وہ امت کے نزدیک مسلم ولی نہیں ہے تب تو اس کے فعل میں تاویل کی بھی ضرورت نہیں۔ اور اگر اس کی ولایت تسلیم شدہ ہے تو اس کے فعل میں تاویل کر کے اس کے ساتھ بدگمانی سے روکا جائے گا۔ لیکن احکام شرعیہ کو کسی حال میں اس کے فعل کے تابع نہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ نے فصوص میں ایمان فرعون کا مسئلہ لکھا ہے یا حضرت بایزید بسطامیؒ سے سبحانی ما اعظم شانی فرمانا اور حضرت حسین بن منصور سے انا الحق کہنا منقول ہے۔

علماء شریعت نے ان سب میں مناسب تاویل کر کے ان حضرات کو کفر سے بچالیا ہے کیونکہ ان کی ولایت مسلم تھی لیکن اس تاویل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ الفاظ حقیقت میں کفر کو مستلزم بھی نہیں ہیں یقیناً اگر تاویل نہ کی جائے تو یہ الفاظ بہت سنگین ہیں۔ جن کی اجازت ہرگز کسی کو نہیں دی جاسکتی۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی بزرگ سے یہ منقول ہو کہ انہوں نے ایک تولہ سنکھیا کھالیا تھا۔ سو اس سے کوئی شخص یہ فتویٰ نہیں دے سکتا کہ سنکھیا کھالینا جائز ہے بلکہ ہر عاقل یہی کہے گا کہ سنکھیا کھانا حرام ہے مگر ان بزرگ کے پاس کوئی ظاہری یا باطنی تریاق ہوگا۔ جس کی وجہ سے ان کو یقین تھا کہ مجھ کو سنکھیا

نقصان نہ دے گا۔اس لئے انہوں نے ایسا کیا دوسروں کے لئے اس کا کھانا حرام ہے۔

اسی طرح یا شیخ عبدالقادر شیاءللہ کا وظیفہ شرعاً حرام ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ کو مکان بعید سے نداء اوران کے حاضر و ناظر و متصرف ہونے کا ایہام ہے۔ جو کہ موجب شرک ہے اور اگر کسی ولی نے ایسا کیا ہے تو اس نے اس عقیدہ شرک و کفر سے بچنے کیلئے کوئی تاویل کرلی ہوں ان کے فعل سے حکم شرعی نہیں بدل سکتا۔

درمختار میں ہے کہ دعا میں بمقعد العزمن عرشک کہنا ممنوع ہے۔ علامہ شامی اس کے تحت میں لکھتے ہیں لان مجرد الایھام کاف فی المنع من التکلم بھذا الکلام و ان احتمل معنی صحیحاً اھ (فتاوی مولانا عبدالحی ص ۳۳۱ ج ۴ مع الخلاصة) کہ ایسے کلمات کے ممنوع ہونے کے لئے معنی کفر کا ایہام بھی کافی ہے اگر چہ اس کے صحیح معنی بھی بن سکتے ہوں۔اھ فاضل سائل غالباً اس سے ناواقف نہیں ہیں کہ آج کل عام لوگ استعانت و استمداد و نداء غیر میں کیسے کیسے شرک و کفر تک پہنچانے والے عقیدوں میں مبتلا ہیں اس صورت میں ایسے کلمات کی ان کو کیونکر اجازت دی جاسکتی ہے۔جن میں ظاہری الفاظ ہی سے ایہام کفر ہوتا ہے۔ پس ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم استعانت واستمداد و نداء مروجہ زمانہ حال سے عام و خاص سب کو منع کرتے ہیں البتہ توسل کو جائز کہتے ہیں اور اگر بزرگوں سے کوئی بات اس قسم کی ثابت ہوتی ہے تو اگر ان کی ولایت تسلیم شدہ ہے۔ان کے فعل میں تاویل کر کے بدگمانی کو ان سے رفع کردیتے ہیں اور حکم شرعی میں کسی طرح تبدیلی و تغیر نہیں کرتے۔

هذا واللّٰه المسئول لان یثبتنا و ایاکم علی الصراط المستقیم و یرزقنا و جمیع المسلمین حبه و حب نبیه الکریم و حب اصحابه و اولیاء امته ویجمعنا معهم فی دار النعیم والحمد للّٰه وحده و علی خیر البریة افضل الصلوة والتسلیم و علی آله و اصحابه و اولیاء امته اجمعین دائما ابدا آمین آمین۔

ضمیمہ رسالۂ الارشاد فی مسئلۃ الاستمداد

بعد الحمد والصلوۃ۔ مسئلہ استمداد کے متعلق بعض سوالات کے جوابات امداد الفتاوی مؤلفہ حضرت مجدد الملۃ والدین حکیم الامت فاضت انہاء فیوضہم میں بہت نفیس و قابل قدر مذکور ہیں۔ جی چاہا کہ ان کو بھی اپنے رسالہ کے اخیر میں منضم کردوں تا کہ ان مضامین عالیہ کی برکت سے رسالہ مذکورہ مکمل و مدلل ہو جاوے واللہ الموفق والمعین وھا ھوزاد واللہ خیر رفیق۔

سوال

صلی اللہ علیک یا محمدؐ یہ درود شریف پڑھنا کیسا ہے۔ یاد آتا ہے کہ لَا تَـجْـعَـلُـوْا دُعَـاءَ الـرَّسُـوْلِ كَـدُعَـاءِ بَعْضِكُمْ بَعَضًا کی تفسیر میں جامع البیان میں لکھا ہے کہ جس طرح عام لوگوں کو نام لیکر پکارتے ہو نہ پکارو اس سے اس درود کی ممانعت کا ثبوت ہوتا ہے۔

الجواب

اس آیت میں اس خطاب کی ممانعت ہے جو خلاف ادب واحترام ہو اور اگر ادب و حرمت کے ساتھ ہو جیسا کہ اقتران صیغہ صلوۃ یہاں اس کا قرینہ ہے گو اسم علم کے ساتھ ہو وہ اس آیت سے ممنوع نہیں چنانچہ حدیث ضریر میں خود یہ خطاب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ حصن حصین میں کسی حدیث کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ البتہ حالت غیبت میں یہ نداء گو بعنوان رسول و نبی ہی کیوں نہ ہو موہم ہے اعتقاد سماع عن البعید کو جو کہ عوام کے لئے منجر بمفسدہ ہے۔ اس بنا پر اس سے ممانعت کی جاوے گی۔ ۱۳ذ الحجہ ۲۷ھ

سوال

(اول) دلائل الخیرات کی حزب ششم یوم شنبہ میں جو یہ عبارت واقع ہے یـــا حبیبنـــا یـا سیـدنا محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انا نتوسل بـک

الی ربک فاشفع لنا عند اللّٰہ المولی العظیم یا نعم الرسول الطاهر اس کا پڑھنا جبکہ قاری روضۂ مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر نہ ہو یا نسبت حضوری اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قوی نہ ہو تو کیسا ہے۔ تتمہ قربات عند اللہ وصلوٰت الرسول نے دعائے حاجت کے ضمن میں حاشیہ پر یہ تحریر فرمایا ہے۔ اختصرته لان النداء الوارد له لادليل عليه على بقائه بعد حياته عليه السلام (سوال دویم) قریب قریب اسی کے وہ شبہ ہے جو تشہد میں وقت پڑھنے فقرہ السلام علیک ایہا النبی الخ اکثر اوقات دل میں پڑ جاتا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم (گروہ صحابہؓ) حالت حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بوقت تشہد السلام علیک ایہا النبی الخ کہا کرتے تھے اور جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا یوں کہنے لگے السلام علی النبی الخ۔ تو اب یہ کلمہ تشہد میں کیوں بحال رکھا گیا حالانکہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اکثر فتاوی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کے پیرو ہوا کرتے تھے فقط۔

الجواب

جواب سوال اول۔ ایسے صیغے بہ نیت تبلیغ ملائکہ جائز ہیں مگر میں نے احتیاط کی ہے کیونکہ عوام میں مفاسد زیادہ ہو گئے ہیں۔ (جواب سوال دوم) یہ ابن مسعودؓ کا اجتہاد تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم تشہد کی بصیغہ خطاب بلا تخصیص منصوص ہے نص کے سامنے اجتہاد کو چھوڑ دیا جاویگا۔ بخلاف تعلیم اس دعا کے اعمیٰ کو کہ اس وقت میں وہ حاضر تھا اس دعا کے پڑھنے کو فرمایا تھا تو تعلیم تعمیم ثابت نہیں اور تشہد تو نماز میں پڑھنے کو سکھلایا گیا اور آپ خود جانتے تھے کہ سب نمازی قریب نہیں ہوں گے اور جو قریب بھی ہیں وہ اسماع نہ کریں گے۔ فافترقا۔ ۲۹ ذیقعدہ ۲۸ھ

سوال

فخر اقران یادگار بزرگان جناب مولانا اشرف علی صاحب مدت فیوضکم۔

کمترین بعد سلام مسنون گزارش پرداز ہے جناب کی ہمت باصلاح امت بھر نوع قابل شکر گزاری ہے۔ بندہ کو اپنی کم فہمی اور قلت اعتناء بامور دینی سے آپ کے بعض مضامین پر کچھ شبہے ہو جایا کرتے ہیں۔ مگر بوجہ مذکورہ باشتغال مشاغل فاسدہ دنیویہ وقت کے ساتھ ہی رفت و گزشت ہو جاتے ہیں۔ بعض دفع استفہاماً و استفادۃً کچھ عرض بھی کرنا چاہتا ہوں مگر وجوہ مسطورہ کے ساتھ میری علمی بے بضاعتی اور اخلاصی فرومائیگی دست کشی پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ ان دنوں شعبان کے القاسم کے ص۱۴ وص ۱۶ کے دیکھنے سے پھر وہی کیفیت پیدا ہوئی وجوہ مذکورہ تو اب بھی مانع عرض حال ہیں۔ مگر ۲۹ رجب گزشتہ کو چند منٹ کی حصول نیاز مقام اس دفعہ معروض کی تقریب کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ لہٰذا نہایت ادب سے مختصراً گزارش ہے بندہ آپ کے مضمون ص۱۴ القاسم کے اس جملہ کو نہیں سمجھ سکا اور اگر مقصود اس عمل سے حق تعالیٰ ہے اور ان بزرگ کو محض ثواب بخشنا ہے تو وہ اس حد تک (یعنی شرک تک) تو نہیں پہنچا اور ظاہراً جائز بھی ہے۔ مولانا آپ مضمون شرط کو لفظ مقصود اور لفظ محض سے اتنا مضبوط و محفوظ فرما چکے ہیں کہ یہ عمل و عقیدہ ہر حد اساءت سے دور اور ظاہراً باطناً جائز اور مستحسن ہو گیا۔ پس یہی جواب شرط ہونا چاہیے تھا۔ اور نہ اس محفوظ و مضبوط مقدم سے کوئی استدراک ہو سکتا ہے اور جناب اپنی تفتیش اور معلوم خیالی کے واسطے جدا مسئلہ قائم فرما سکتے تھے۔ حاشا و کلا کہ مجھے آپ کے بیان سے کوئی مزاحمت یا سیاق سے کوئی مناقشہ مدنظر ہو مگر آپ کے اس بیان سے اس مسئلہ کا مفہوم جو میں سمجھ سکا ہوں، وہ یہ ہے کہ جس صدقہ نافلہ میں مقصود فقط حق تعالیٰ ہو اور بزرگوں کو محض ثواب بخشنا ہو وہ بھی برا اور گناہ ہے اور ظاہراً جائز اور باطناً منع ہے۔ مولانا مجھے اپنے کان لم یکن معلومات میں ایسا کوئی مسئلہ معلوم نہیں ہوتا جس کو ظاہر شرع نے جائز قرار دیا ہو اور وہ بغیر عرض کسی فاسد خارجی کے ناجائز ہو سکے اور مجوث عنہ میں آپ کی لفظی اور معنوی حد بست حملہ خوارج کا سد باب کر چکی ہے۔ لہٰذا یہ عمل مطلقاً جائز اور مستحسن ہونا چاہیے۔

عقیدہ مدد از بزرگان کی جناب نے دو صورتیں نکالی ہیں ایک عقیدہ مدد بتصرف باطنی جس کو ص۱۴ میں قریب شرک اور ص ۱۶ میں عین شرک فرمایا ہے دوسری صورت عقیدہ

مدد از دعاء تصرف باطنی کہ اس ہیبتناک مفہوم کی تصریح سے پہلے (جس کا عقیدہ کرنے سے ایک کلمہ خوان نماز گزار روزہ دار مومن باللہ و بالرسول و بالیوم الآخر غرض عامل ارکان اسلام کو اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَغْفِرُاَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ کی سخت ترین وعید کے تحت میں خلود فی النار کا مستوجب بنادے) یہ حکم تصرف باطنی کے ظاہری مفہوم پر جو بحالت غلو بھی کسی مسلمان کی سمجھ یا عمل میں آسکتا ہے نہایت شدید بلکہ متجاوز عن الحق معلوم ہوتا ہے اگر صفحہ ۱۶ کے اس جملہ کو (وہ خوش ہوکر ہمارے کام کردیں گے) تصرف باطنی کے مفہوم شرک کی تصریح بھی مان لی جائے تو یہ تصریح خود محل توجیہ تاویل ہے کام کردیں گے یعنی دعاء کریں گے۔ شفاعت کردیں گے اوران کی دعاء خداتعالیٰ قبول فرمالے گا تو ہمارا کام ہوجاوے گا۔

گویا انہوں نے ہی ہمارا کام کیا وسایط ست افعال کی نسبت مجازا ہر زبان میں رات دن کا روزمرہ ہے قرآن وحدیث میں بھی ایسی نسبتیں بکثرت موجود ہیں غایۃ مافی الباب یہ کہ احتیاطاً اگر کسی مدبر و مصلح قوم کو دور اندیشی سے لوگوں کو اس سے باز رکھنے کی ضرورت ہوتو وہ مشرک اور کافر قرار دینے کے سوا بھی اور ترہیبی وترغیبی طریقوں سے ہوسکتی ہے۔ اور زیادہ کیا عرض کروں۔ قرآن وحدیث وتعامل صحابہ وقرون خیر واتفاق صلحاء سلف وخلف ایسی سخت گیری سے کس قدر مانع ہے۔ وہ جناب کے خدام مجلس کی نظر سے بھی پوشیدہ نہیں۔ اس وقت اس حکم کی شدت ہی میری گھبراہٹ کا باعث ہوئی ورنہ من خراب کجا وصلاح کار کجا۔

عقیدہ مدد از دعاء میں بعد جواز عقیدۂ احتمال دعاء دو عقیدے فاسد آپ نے ظاہر فرمائے ہیں ایک عقیدہ وقوع احتمال دعاء دوسرا بغرض وضوع عقیدہ اجابت دعا ان عقیدوں کے فساد پر عدم ثبوت آپ نے دلیل پیش کی ہے۔ بغیر اس کے کہ اندریں مسئلہ عدم ثبوت دلیل فساد ہونے پر کچھ عرض کروں۔ عقیدہ اول کی صحت وثبوت میں یہ حدیث پیش کرتا ہوں جس کو علامہ ابن القیم نے کتاب الروح میں نقل کیا ہے۔ قال ابو عبد اللّٰہ بن مندۃ وروی موسیٰ بن عبدۃ عن عبداللّٰہ بن یزید عن ام کبشۃ بنت المعرور قالت دخل علینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فسألناہ عن

هـذه الارواح فو صفها صفةً ابکی اهل البیت فقال ان ارواح المومنیں فی حـواصل طیر خضر تسرح فی الجنة و تاکل من ثمارها و تشرب من مائها وتـاوی الـی قـنادیل من ذهب تحت العرش یقولون ربنا الحق بنا اخواننا و آتـنـا مـا وعد تنا فتلک دعوتهم قدو قعت لاخوانهم الاحیاء و تدوم الی مـادامـت المسوات. الارض . اسی عقیدہ اول کی صحت وثبوت میں قرآن شریف کی یہ آیت بھی پیش کرتا ہوں اَلَّـذِیْـنَ یَـحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَولَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِـمْ وَ یَسْتَـغْـفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ مَنْ حَوْلَهٗ کے مفہوم میں اگرچہ مفسرین نے ان بزرگوں کو شامل نہ کیا ہو جن کو میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض تفریحات اندریں باب اس احقر کائنات کے مدو معاون ہیں چنانچہ ام کبشہ کی حدیث مذکور میں تـاوی الـی قنادیل من ذهب تحت العرش آیا ہے اور بعض حدیثوں میں الـی قـنادیل معلقة بالعرش مدلیة تحت العرش آیا ہے نہ معلوم ان تـحـت الـعـرش داخـل فی حول العرش و المعلقات بالعرش هی من حول العرش تیسرا ثبوت قال ابن عبدالبر ثبت عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قـال مـامـن مسـلـم یـمـر عـلـی قبـر اخیه کان یعرفه فی الدینا فیسلم علیه الاو الـلّٰـه تـعالی علیه روحه حتی یرد علیه السلام اور سلامتی بہترین دعا ہے اور

ل وہ پورا مضمون یہ ہے۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضے آدمی جو صدقہ نافلہ نکالتے ہیں ان کا دل گوارانہیں کرتا کہ محض حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے خرچ کریں بلکہ وہ ہر چیز کو کسی پیر فقیر شہید ولی کے نامزد کر دیتے ہیں سو اگر خود وہ بزرگ ہی اُس سے مقصود ہے۔ تب تو وہ مَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ میں داخل ہو کر بڑی دور یعنی حد شرک تک پہنچ گیا اور بعض غلاۃ جہلا کا واقعی یہی عقیدہ ہے سو ایسی چیز کا تناول بھی درست نہیں اور اگر مقصود اس عمل سے حق تعالیٰ ہو اور اُن بزرگ کو محض ثواب ہی بخشا ہے وہ اس حد تک تو نہیں پہنچا اور ظاہراً جائز بھی ہے۔ لیکن عوام بلکہ بعض خواص کالعوام کے حالات و خیالات کی تفتیش سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ محض ثواب ہی پہنچانے کو مقصود نہیں سمجھتے بلکہ ان کی یہ نیت ہوتی ہے کہ فلاں ولی کو ثواب پہنچے گا تو وہ خوش ہوں گے اور ہماری اس حاجت میں مدد کریں گے تصرف باطن سے اور زیادہ عقیدہ یہی

مامن والا کی نفی و اثبات سے اس کی ضروری الوقوع اور ہرگونہ احتمالات سے بالاتر ہونے پر ایک تجلی پڑتی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں (رضی اللہ عنہ) عرفہ اولا یعر فہ ردعلیہ السلام بھی ہے فتلک دعواتهم لنا بغير احسان مناو المعاوضة فكيف اذا احسنا اليهم ووصلنا هم وارسلنا اليهم الهدايا وهم متنعمون مكرمون عند ربهم فرحون بما آتا هم الله من فضله وهو تعالىٰ يطلع اليهم فيقول هل تشتهون شيئاً فكيف يدعو ننا فى مثل هذا الوقت من الدعاء لنا وهدايا نا تصل اليهم و ربنا القدير يسئلهم تشتهون شيئًا والحمد للّٰه رب العالمين.

عقیدہ ثانیہ یعنی بعد فرض وقوع دعاء کے اس دعاء بالقطع قبول ہونے کا عقیدہ کرنا اس کا ثبوت عقیدہ اولیٰ کے ثبوت میں تقریباً آ ہی چکا ہے مگر علیحدہ بھی اس کے ثبوت میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث پیش کرتا ہوں۔ عن ابى هريره رضى الله عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اُدعوا اللّٰه وانتم موقنون بالا جابة (رواه الترمذى) اس میں شک نہیں کہ دعاء تو بعض اوقات انبیاء علیہم السلام کی بھی قبول نہیں ہوتی۔

ہے اور اُس کا بھی قریب شرک ہونا ظاہر ہے اور خواہ دعاء سے سوا احتمال دعاء کا عقیدہ تو ناجائز نہیں لیکن دو عقیدے اس میں بھی فاسد ہیں ایک اس احتمال کے وقوع کا اعتقاد کرنا کہ جس پر کوئی دلیل نہیں اور بلا دلیل عقیدہ کرنا کذب نفس اور مخالفت ہے آیت وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کی دوسرے بعد فرض وقوع دعا کے اس دعا کی بالقطع قبول ہو جانے کا عقیدہ کرنا دعا تو بعض اوقات انبیاء علیہم السلام کی بھی کسی مصلحت سے قبول نہیں ہوتی تا بغیر انبیاء چہ رسد اس ہے مصلحت بھی ہو وہ محبت بزرگوں کو کچھ بخشنا ہوا پنی حاجت کا خیال اُن میں ملایا کریں کہ توحید کے خلاف ہی کما ذکر اور اگر بہت ہی احتیاط کی تو اخلاص کے تو خلاف ہے ایسی مثال ہوگئی کہ کسی زندہ کو ہدیہ دیا وہ سمجھا کہ محبت سے دیا اور خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ کسی مطلب کو دیا فوراً وہ مکدر ہو گیا ص ۱۴ مسئلہ: بعضے لوگ بزرگوں کے لیے ثواب پہنچاتے ہیں کہ وہ خوش ہو کر ہمارا کام کر دیں گے سو یہ شرک ہے اور اگر یہ سمجھیں کہ دعا کریں گے اور وہ دعا ضرور قبول ہوگی تو یہ دونوں مقدمات بھی غلط ہیں نہ تو کہیں یہ ثابت ہے کہ وہ ضرور دعا کریں گے اور نہ یہ ثابت ہے کہ دعا ضرور قبول ہوگی پس ایسی مشکوک بات کا پختہ یقین کر لینا بھی گناہ ہے۔

مگر ہم کو بصراحت دعاء کے بالقطع قبول ہونے کا عقیدہ رکھنے کا حکم ہے۔ ادعوا اللّٰہ و انتم موقنون بالا جابة والسلام اب میں زیادہ جناب کی تضیع اوقات نہیں کرتا چونکہ بندہ کو فقط تحقیق حق مقصود ہے اگر جواب عنایت ہو تو تحقیقی اور مختصر دوم بالعافیۃ۔

الجواب

مخدومی معظمی دامت فیوضکم، السلام علیکم ورحمتہ اللہ میں آجکل سفر میں ہوں سفر ہی میں مکرمت نامہ نے مشرف فرمایا خیر خواہی سے ممنون ہوں اگر جواب لکھنے کا حکم نہ ہوتا تو جواب کو سوءِ ادب سمجھ کر اس کی جرأت نہ کرتا۔ مگر حکم ہونے کے بعد جواب عرض نہ کرنا سوءِ ادب تھا اس لئے کچھ عرض کرتا ہوں میں نے صاف دل سے خلو ذہن کے ساتھ پورا مضمون القاسم ؁ میں مکرر بغور دیکھا کوئی خدشہ نہیں معلوم ہوا۔ اور والا نامہ کو مکرر دیکھا تب بھی کوئی خدشہ پیدا نہیں ہوا۔ غالباً آپ کو جملہ ظاہراً جائز بھی ہے کے بعد استدراک سے خلجان ہوا ہے۔ سو بقرینہ سیاق اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ظاہراً علی الاطلاق جائز بھی ہے۔ پس باعتبار قید علی الاطلاق کے یہ استدراک کیا گیا ہے اور گو علی الاطلاق کا لفظ اس مقام پر مصرح نہیں مگر سیاق کو ملا کر دیکھنے سے مطلب واضح ہے۔ پس میں بزرگوں کے نفس ثواب بخشنے کو منع نہیں کرتا۔ جس پر یہ شبہ مذکور والا نامہ متوجہ ہو سکے کہ جس میں صدقہ نافلہ میں مقصود فقط حق تعالیٰ ہو اور بزرگ کو محض ثواب بخشا ہو وہ بھی برا اور گناہ ہے اور یہ مطلب کیسے ہو سکتا ہے جبکہ آٹھ نو سطر بعد ہی اس میں یہ مصرح ہے کہ جب بزرگوں کو کچھ بخشنا ہو اپنی حاجت کا خیال اس میں نہ ملایا کریں۔ الخ

بلکہ مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ گو ظاہراً علی الاطلاق جائز معلوم ہوتا ہے۔ مگر بعد تامل و تفتیش حال عوام اس میں باطنی مفسدہ ہے جو بعد استدراک مذکور ہے اور واقعی یہ عدم جواز بغیر عروض کسی قبیح خارجی کے نہیں ہوا۔ بلکہ قبیح کے عروض ہی سے ہوا اور وہ قبیح دو عقیدے ہیں۔ ایک اعتقاد وقوع دعا دوسرا اس کا بالقطع مقبول ہونا اور جس امر کو میں نے شرک یا قریب شرک کہا ہے۔ وہ ایسا ہی شرک ہے جیسے من حلف بغیر اللہ فقد

اشرک چنانچہ اس کا لفظ قریب بہ شرک ہی تعبیر کرنا اس کا مؤید ہے باقی اس تصرف باطنی کے عقیدہ کی جو تاویل کی گئی ہے۔ جولوگ ان امور میں منہمک ہیں۔ ان کی تصریحات اس تاویل کو رد کرتی ہیں اور تشدد جو سلف کے خلاف ہے وہ تشدد ہے جو محل عدم تشدد میں ہو اور یہ عقیدہ خود محل تشدد ہے۔ چنانچہ اس سے ان امور پر حدیثوں میں شرک کا اطلاق آیا ہے اور وقوع دعاء میں جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں جو دعاء منقول ہے وہ خود اس استدلال کا جواب ہے۔ یعنی اس سے صرف ایک معین دعاء کا وقوع ثابت ہے۔ ربنا الحق بنا اخواننا اور دعویٰ عدم ثبوت دوسری دعاء کا ہے یعنی جس حاجت کے لئے یہ شخص ایصال ثواب کرتا ہے مثلاً ترقی معاش وصحت اولاد ونحو ذلک تو اس کا ثبوت اس حدیث سے کیسے ہوا اسی طرح قرآن مجید کی آیت میں اگر من حولہ کو بلا دلیل عام بھی لے لیا جائے تب بھی اس سے خاص دعاء کا ثبوت ہوتا ہے۔ نہ کہ دعاء متکلم فیہ کا اسی طرح سلامتی کی دعاء خاص ہے اس سے ہر دعاء کا وقوع اور خاص کر ایصال ثواب کے بعد اس کا وقوع جیسا کہ عقیدہ عوام کا ہے۔ یہ کیسے ثابت ہوا باقی اس پر جو دوسری ادعیہ کو قیاس کیا ہے۔ وہ مع الفارق ہے اور وہ فارق اذن ہے ممکن ہے کہ یہ دعاء ماذوں فیہ ہو اور دوسری دعائیں غیر ماذوں فیہ جب تک کہ نقل صحیح سے ثابت نہ ہو اور جب دعاء ہی ثابت نہیں تو اجابت کے یقین کا کیا ذکر اور انتم موقنون بالا جابة سے مراد خاص قبول متعارف نہیں اسی کی قطع کی نفی کی گئی ہے۔ ورنہ جب اجابت واقع نہ ہو لازم آتا ہے کہ ہم کو ایک غیر واقعی امر کا یقین دلایا گیا۔ اس کا کوئی متدین قائل ہوسکتا ہے بلکہ مراد اجابت سے عام ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اور عوام اجابہ متعارفہ کا قطع کرتے ہیں بہت غور درکار ہے اور اصل بات جو بناء ہے میرے منع کی وہ یہ ہے کہ عوام الناس یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس طریق سے گویا وہ کام ان بزرگوں کے سپرد ہو گیا اور وہ ذمہ دار ہو گئے۔ وہ جس طرح بن پڑے گا، خواہ تصرف سے یا دعاء سے ضروری ہے اس کو پورا کرالیں گے۔ اور ان کا ایسا دخل ہے کہ ان کی سپردگی کے بعد اب اندیشہ تخلف نہیں رہا اور اگر تخلف ہوگا تو یہ احتمال نہیں ہوگا کہ ان کی قوت میں کچھ عجز ہے بلکہ اپنے

عمل میں کمی سمجھیں گے۔ بعینہ جیسا خدا تعالیٰ کے ساتھ یہی اعتقاد ہوتا ہے بس یہ اگر شرک نہیں تو کیا ہے حسب الحکم مختصر لکھا ہے۔ اس سے زیادہ میں عرض کرنا نہیں چاہتا نہ اب نہ پھر اس سے فیصلہ نہ ہوا ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنی تحقیق القاسم میں یا اور کسی پرچہ میں طبع کرا دیجئے تا کہ مسلمانوں کی اصلاح ہو جاوے میں بھی اگر سمجھ لوں گا تو رجوع کا اعلان کر دوں گا ورنہ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں کہ اس کا رد نہ لکھوں گا باقی خود اپنا عقیدہ اپنی تحقیق کے موافق رکھنے میں معذور ہونگا۔ ۲۱ محرم ۱۳۳۱ھ

سوال

کلمہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کے ورد کے متعلق جناب کی رائے مبارک کیا ہے؟ قرآن کریم کی صدہا آیات ظاہری طور پر تو اس کے مخالف نظر آتی ہیں اور نیز حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب جیسے متبحر عالم اور صوفی بھی اس سے منع کرتے ہیں ۔ گو دوسری طرف شاہ غلام علی شاہ صاحب اور حضرت مرزا جان جاناں صاحب جیسے اعلیٰ درجہ کے صوفی اس کے عامل نظر آتے ہیں۔ خود اعلیٰ درجہ کے علماء اور فضلاء اور صوفیاء میں ایسے اہم مسائل کے متعلق اختلاف دیکھ کر ہمارے جیسے کم علم جن کو دینی بصیرۃ کما حقہ حاصل نہیں ہے حیران اور سرگرداں رہ جاتے ہیں۔ اور یہ اختلاف حنفی شافعی مالکی حنبلی یا مقلدین اور غیر مقلدین کے خفیف اختلافات سے کوئی تشابہ نہیں رکھتا۔ اس کا ایک فریق تو زبردست دلائل سے اس کو شرک ٹھہراتا ہے اور دوسرا فریق ایک لائق پلیڈر کا پارٹ لے کر اس کی حمایت کے واسطے ویسے ہی زبردست دلائل پیش کرتا ہے۔ امید ہے کہ جناب بندہ نوازی فرما کر اس کے متعلق رائے مبارک کا اظہار فرماویں گے۔

الجواب

ایسے امور و معاملات میں تفصیل یہ ہے کہ صحیح العقیدہ سلیم الفہم کے لئے جواز کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ تاویل مناسب کر کے اور سقیم الفہیم کے لئے بوجہ مفاسد اعتقادیہ و عملیہ کے اجازت نہیں دی جاتی ۔ چونکہ اکثر عوام بدفہم اور کج طبع ہوتے ہیں ان کو علی

الاطلاق منع کیا جاتا ہے اور منع کرنے کے وقت اس کی علۃ اور مدار نہی کو اس لئے بیان نہیں کیا جاتا ہے کہ قیاس فاسد کر کے ناجائز امور کو جائز قرار دے لیں گے۔ جیسے عوام کی عادت ہے کہ دو امروں کو جن میں واقع میں تفاوت ہے مساوی ٹھہرا کر ایک کے جواز سے دوسرے پر بھی جواز کا حکم لگا لیتے ہیں۔ اس لئے ان کو مطلقا منع کیا جاتا ہے۔ اس قاعدے کے دریافت کر لینے کے بعد ہزارہا اختلاف جو ان امور میں واقع ہیں۔ ان کی حقیقت منکشف ہو جاوے گی اس کی ایسی مثال ہے کہ بوجہ رداٗت اکثر مزاجوں کے کوئی ڈاکٹر کسی فصلی چیز کے کھانے سے عام طور پر منع کر دے مگر خلوۃ میں کسی خاص صحیح المزاج آدمی کو بعض طریق و شرائط کے ساتھ اسی چیز کی اجازت دیدیں۔ اس تقریر سے مانعین و مجوزین کے اقوال میں تعارض نہ رہا مگر یہ اجازت عوام کے حق میں سم قاتل ہے۔

سوال

طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں استعانت و استمداد ازاروں مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ الخ استعانت و استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں غیر اللہ سے استعانت و استمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں۔ خالی الذہن ہونے کی تاویل و توجیہ و بالکل جی کو نہیں لگتی ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب

(۱) جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے اور جو

(۲) باعتقاد علم و قدرۃ غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرۃ کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔ اور

(۳) جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرۃ کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے۔ خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت۔ اور

(۴) جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرۃ ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ ورنہ لغو ہے۔ یہ کل پانچ قسمیں ہیں۔

پس استعداد ارون مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کے لئے محض ان حضرات کے تصور اور تذکرے سے قسم رابع ہے کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید بھی ہے اور غیر صاحب کشف کے لئے قسم خامس ہے۔ ۱۸۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

سوال

اس مسئلہ کی تحقیق تحریر فرمادیں وہ یہ کہ بعض کتب میں نداء غیر اللہ کے متعلق یہ تحریر موجود ہے کہ اگر تصفیہ باطن سے منادی کا مشاہدہ کر رہا ہے تو بھی جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد تصفیہ باطن اولیاء اللہ کو پکار سکتا ہے جو لوگ اولیاء اللہ سے غائبانہ مدد طلب کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ مثنوی شریف میں مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

بانگ مظلوماں زہر جا بشنوند سوئے اوچوں رحمت حق میدوند

مصائب کے وقت اولیاء اللہ سے مدد مانگنا اور پھر اس کی طرف ان حضرات کا توجہ فرمانا اس سے ثابت ہے اور یہ دلیل کافی ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ اولیاء اللہ میں سے دو بزرگ صاحب تصرف ہیں اس کارخانہ عالم کا نظام حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے متعلق کیا ہے وہ مدد کیا کرتے ہیں اور انتظام فرمایا کرتے ہیں۔ اس خادم کو نام مبارک یاد نہیں رہا مگر غالباً ایک بزرگ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ دوسرے بزرگ کا نام یاد نہیں ہے۔ اس کے متعلق جو تحقیق ہو آنحضور اس سے مطلع فرما دیں بسا اوقات خلجان رہا کرتا ہے کہ آیا دور سے سنتے ہیں یا نہیں اور مدد فرماتے ہیں یا نہیں اہل تحقیق صوفیہ کرام کا کیا مذہب ہے اور حقیقت میں یہ معاملہ کیا ہے۔

الجواب

صرف تصفیہ کو تو کافی نہیں لکھا بلکہ تصفیہ باطن کے بعد مشاہدہ منادی کو شرط کہا ہے۔ سو مشاہدہ کے بعد جواز ہوا لیکن اس سے نداء متعارف میں کوئی گنجائش نہ نکلی رہا مولنا کا شعر یہ قضیہ بوجہ موجود نہ ہونے کسی حرف استغراق وکلیت کے اور کافی نہ ہونے صیغہ جمع کے مہملہ ہے۔ جو قوت میں جزئیہ کے ہے جس کا تحقق بدلالت دوسرے ادلہ کے باعتبار بعض ازمنہ غیر معینہ کے ہوتا ہے۔ یعنی کبھی بطور خرق عادت کے ایسا بھی ہو جاتا ہے اور خرق عادت میں دوام اور اختیار ضروری نہیں بلکہ نفی ان کی اکثری ہے پھر نداء متنازع فیہ سے اس کو کیا مس ہوا اور جن بزرگوں کی نسبت سنا ہے اگر بطور دوام کے مراد ہے تو یہ سنا ہوا محض غلط ہے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں اور اگر احیاناً ہے تو مستدلین حال کو مفید نہیں۔ صوفیہ کرام کا وہی مذہب ہے جو شریعت سے ثابت ہے۔ فقط۔ ۸ جمادی الاول ۱۸۲۲ھ

سوال

خادم کا عقیدہ یہ ہے کہ درود شریف کو فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں اس بنا پر الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ اگر پڑھا جاوے تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فرشتے پہنچا دیں گے۔ خود سماع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا واسطہ نہیں ہوتا مگر استاذ مولانا مولوی...... صاحب مدظلہ چند روز ہوئے آرہ تشریف لے گئے تھے ایک بزرگ نے ایک کتاب ابن قیم جوزی کی جس کا نام جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام ہے دیکھنے کو دی۔ اس میں یہ حدیث موجود ہے جس کو مولانا نے نقل فرمایا ہے۔

﴿حدثنا سعید بن ابی مریم حدثنا یحییٰ بن ایوب عن خالد بن زید عن سعید بن هلال عن ابی الدرداء قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اکثروا الصلوٰة علی یوم الجمعة فانه یوم مشهود تشهده الملئکة لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان قلنا و بعد وفاتک قال و بعد وفاتی. ان اللّٰه حرم علی الارض

ان تاکل اجساد الانبیاء

اس حدیث میں کوئی کلام بھی نہیں کیا کہ ضعیف ہے یا موضوع اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کی آواز کو سماع فرماتے ہیں بلاواسطہ ملائکہ اس کے معنے بیان فرمادیں تاکہ تردد رفع ہو یا ایسا ہی عقیدہ رکھنا چاہیے آنحضور کا کیا ارشاد ہے۔

الجواب

اس سند میں ایک راوی یحییٰ بن ایوب بلانسب مذکور ہیں جو کئی راویوں کا نام ہے جن میں سے ایک غافقی ہیں جن کے باب میں ربما اخطاء لکھا ہے یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہیں، یہ بھی غیر منسوب ہیں اس نام کے رواۃ میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے اور یہاں عنعنہ سے ہے جس میں راوی کے متروک ہونے کا اور اس متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔ تیسرے ایک راوی سعید بن ابی ہلال ہیں جن کو ابن حزم نے ضعیف اور امام احمد نے مختلط کہا ہے۔ وھذا کلہ من التقریب.

پھر کئی جگہ اس میں عنعنہ ہے جس کے حکم بالاتصال کے لئے ثبوت تلاقی کی حاجت ہے۔ یہ تو مختصر کلام ہے سند میں باقی رہا متن سو اولاً معارض ہے دوسری احادیث صحیحہ کے ساتھ چنانچہ مشکوۃ میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود یہ حدیث ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام اور یہی حدیث حصن حصین میں بحوالہ مستدرک حاکم و ابن حبان بھی مذکور ہے اور نیز مشکوۃ میں بیہقی سے بروایت حضرت ابو ہریرہؓ حدیث ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیا بلغتہ اور نسائی کی کتاب الجمعہ میں بروایت اوس بن اوس یہ حدیث مرفوع ہے۔ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ الحدیث یہ سب حدیثیں صریح ہیں۔ عدم السماع عن بعید میں اور ظاہر ہے کہ جلاء الافہام ان کتب کی برابر قوت میں نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اقوی کو ترجیح ہوگی۔ ثالثاً لفظ بلغنی صوتہ محتمل تاویل ناشی عن دلیل کو ہے و اذا جاء الاحتمال

بطل الاستدلال اور وہ دلیل جو منشاء تاویل کا ہے دوسری احادیث مذکورہ ہیں پس بضرورت جمع بین الاحادیث اس لفظ کی یہ توجیہ ہوگی کہ صوت سے مراد جملہ صلوٰتیہ ہے کیونکہ کلام اور کلمہ قسم ہے لفظ کی اور وہ قسم ہے صوت کی پس درود شریف بھی ایک صوت ہے اور بلاغ عام ہے بلاغ بالواسطہ و بلاواسطہ کو اور بقرینہ (دوسری احادیث کے بلاغ بالواسطہ متعین ہے پس معنے بلغنی صوتہ کے یہ ہونگے۔ بلغنی صلوٰتہ بواسطۃ الملائکۃ رابعًا اگر حدیث کے ضعف سند اور متن کے معارض و محتمل تاویل ہونے سے قطع نظر کر لی جاوے اور کل از منہ و امکنہ و احوال اور جمیع مصلین میں عام لیا جاوے تب بھی اہل حق کے کسی دعوے مقصودہ کو مضر نہیں اور نہ ان کے غیر کے کسی دعوے مقصودہ کو مفید۔ اگر اس اجمال پر قناعت نہ ہو تو اس ضرر یا نفع کو متعین کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ جواب میں بھی تفصیل ہوگی۔ واللہ اعلم، بعد تحریر جواب ہذا بلا توسط فکر قلب پر وارد ہوا کہ اصل حدیث میں صوتہ نہیں ہے بلکہ صلوٰتہ ہے کاتب کی غلطی ہے لام رہ گیا ہے۔ امید ہے کہ اگر نسخ متعددہ دیکھے جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ کسی نسخہ میں ضرور اسی طرح نکل آوے گا والغیب عند اللہ تعالیٰ فقط۔ ۱۶۔ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

سوال

(۱) نداء غیر اللہ بدون صیغہ صلوٰۃ کلام اکابر میں لاتعد ولاتحصی موجود ہے۔ صرف ندا ہی نہیں اس کے ساتھ استشفاً استشفاع استعانت استمداد بحوائج مختلفہ موجود ہے۔ اس میں اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاءً للہ یا شیخ شمس الدین ترک پانی پتی مشکل کشا حاجت روا وغیرہ وغیرہ میں کیا فرق ہے۔ یہ فرمانا کہ وہ ندا حالت ذوق شوق میں ہوتی ہے اور منادی کا مقصود نداء نہیں اور نہ وہ منادی کو حاضر ناظر سمجھتا ہے۔ سو اس قسم کا عذر یہاں بھی ہوسکتا ہے۔ عوام کالانعام کا ذکر نہیں لیکن بہتیرے سمجھ والے خوش عقیدہ ہیں جو اس بات کو سمجھتے ہیں کہ شیخ حاضر و ناظر نہیں متصرف حقیقی نہیں کسی وجہ سے ہو ان الفاظ میں کوئی اثر و برکت سمجھتے ہونگے۔ مثلاً یہی سہی کہ خود حضرت شیخ نے فرمایا ہے کسیکہ دو

رکعت نماز بگذارد و بخواند در ہر رکعت بعد از فاتحہ سورۂ اخلاص یازدہ بار بعد ازان درود بفرستد بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از سلام و بخواند آن سرور را صلی اللہ علیہ وسلم بعد ازان یازدہ گام بجانب عراق برود و نام مرا گیرد و حاجت خود را از درگاہ خداوندی بخواہد حق تعالیٰ آن حاجت او قضا کند اخبار الاخیار نام مرا گیرد سے نداہی مفہوم ہوتی ہے گوتاویلات ممکن ہیں اور بخواند آن سرور را صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نداء ہی مترشح ہے۔

پھر اس کے جواز میں ایسے شخص کے لئے جو شیخ کو حاضر ناظر متصرف حقیقی نہ جانتا ہو کیا مضائقہ ہے اور ذوق شوق کوئی حالت سکر (نشہ) نہیں جو مغلوب الحال ہو کہ شرعاً معذور سمجھا جاوے علاوہ ازیں ابتداء جبکہ ذوق شوق نہ ہو اس نداء کی اجازت کیسے ہوگی۔ اس کی بابت شفاء قلب مطلوب ہے اور یہ بھی ارشاد ہو کہ صلوٰۃ مذکورہ مختص بحیات شیخ ہے یا مؤثر دوامی ہے اور اس کی اباحت میں تو کوئی شبہ نہیں ہے جانب عراق چلنے میں کیا سر ہے۔ اگر یہ وجہ ہے کہ شاید قیامگاہ شیخ عراق ہو اور اس جانب چلنے سے شیخ کے ساتھ قربت و مناسبت و رغبت پیدا کرنا مقصود ہو تو اس بناء پر چاہیے کہ مختص بحیات شیخ ہو

(۲) دافع البلا دافع القحط والوباء کاشف الکرب مشکل کشا۔ حاجت روا وغیرہ وغیرہ الفاظ کسی پیغمبر ولی کے نام کے ساتھ ملانا ایسے شخص کے لئے جو اس ولی پیغمبر کو حاضر ناظر متصرف حقیقی نہ جانتا ہو۔ محض ذوق شوق میں کہتا ہو جائز ہے یا نہیں۔ اس قسم کے الفاظ بھی کلام اکابر میں بکثرت پائے جاتے ہیں، خصوصاً کلام منظوم میں۔

اولیا را ہست قدرت ازاکہ تیر جستہ باز گرد اند زراہ

تصرفات کشف بلایا حل مشکلات انجاح، حاجات وغیرہ خدا تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے بعد الممات اگر یہ تصرفات مسلوب مان لئے جاویں تو بطور القاب ان الفاظ کے برتنے میں کیا مضائقہ ہوسکتا ہے درحالیکہ قائل خوش عقیدہ ہو اور اندیشہ ضرر متعدی بھی نہ ہو۔

الجواب

قال اللّٰہ تعالیٰ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

لایقولن احد کم عبدی و امتی و لایقل العبد ربی رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ کذا فی المشکوٰۃ وقال صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتقولوا ماشاء اللّٰہ و شاء فلاں رواہ احمد ابوداؤد و فی روایۃ لاتقولوا ماشاء اللّٰہ و شاء محمدؐ رواہ فی شرح السنۃ کذا فی المشکوۃ. الفاظ مذکورہ ہر دو سوال بالیقین ایہام شرک میں ان الفاظ منہی عنہا فی الکتاب والسنۃ سے بدرجہا زائد ہیں۔ خواہ انہی کا کوئی درجہ ہو اس کی تعیین مجتہد کا کام ہے۔ لیکن ہر حال میں ناپسندیدہ ہے۔

حضرت شارع علیہ السلام کے نزدیک جب اخف ممنوع ہے تو اشد بدرجہ اولی ممنوع ہوگا بلکہ ممنوعیت میں اشد ہوگا۔ ایک وجہ اشدیت کی تو یہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ الفاظ منہی عنہا فی الحدیث محض محاورہ کے طور سے بولے جاتے ہیں۔ جس میں کسی طرح معنے تعبد کے نہیں ہیں۔ بخلاف الفاظ مذکورہ فی السوالین کے کہ باعتقاد برکت وتقرب الی اللہ یا الی الاولیاء حسب اختلاف اعتقاد الناس پڑھے جاتے ہیں۔ جو ایک گونہ تعبد ہے اور ممنوع اور غیر مشروع ہونا ایسے الفاظ کا خواہ کسی درجہ میں ہو اول معلوم ہو چکا اور ظاہر ہے کہ امر ممنوع کو ذریعہ تعبد بنانا جس کا حاصل ہے معصیت کو طاعت سمجھنا یہ بہت زیادہ اقبح و اشنع ہے۔ اس سے کہ ممنوع کو غیر تعبد میں استعمال کرنا کہ ثانی میں معصیت کو سبب رضاء حق تو نہیں سمجھتا اور اول میں معصیت کو سبب رضائے حق سمجھا اور جب ممنوع ہونا ان کا ثابت ہو چکا تو اگر کسی ایسے شخص سے منقول ہو جس کے ساتھ حسن ظن کے ہم مامور یا ملتزم ہیں تو اس نقل سے حکم شرعی میں تغیر یا دوسروں کو استدلال و استعمال نہ کیا جاوے گا بلکہ قصاری امر یہ ہوگا کہ منقول عنہ کی شان کے مناسب کچھ تاویل کرلیں گے اور مقصود اس تاویل سے اس کی حفاظت ہوگی نہ کہ دوسروں کو مبتلا ہونے کی اجازت کیونکہ ممنوع ہونا حجت شرعیہ سے ثابت ہے اور قول و فعل مشائخ حجت شرعیہ نہیں بالخصوص نص کے مقابل اور تاویل محض ضرورت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اور ارتکاب کی خود کوئی ضرورت نہیں۔

لہٰذا تجویز تاویل سے تجویز ارتکاب لازم نہیں اور اگر وہ تاویل ضعیف ہوگی تو دوسری تاویل مناسب ڈھونڈے گی یہ نہ ہوگا کہ کسی تاویل کے ضعف سے بلا تاویل جائز

کہہ دیں گے۔ رہی تقریر ضرر متعدی کے نہ ہونے کی سو اول تو جب ضرر لازمی ہی ثابت ہو گیا تو ضرر متعدی کا انتفا نافع نہیں اور دوسرے یہ تقدیر ہی غیر واقعی ہے ان اکابر کا فعل ہم تک منقول ہو کر آیا ہے ہمارا دوسروں تک جاوے گا پھر ضرر متعدی کے انتفاء کا دعوے کب ہو سکتا ہے رہ گئے۔ تصرفات سو بر تقدیر بقاء بعد الموت کے بھی اس کو مسئلہ مجوث عنہا سے مس نہیں کیونکہ اول تو امکان مستلزم وقوع نہیں اور وقوع مطلق مستلزم دوام نہیں دوسرے وہ تصرفات اختیاری نہیں۔ تیسرے ان تصرفات سے منتفع ہونے کا یہ طریقہ شرعاً ماذون فیہ نہیں، ممکن ہے کہ سلطان کسی امیر و وزیر کو کسی کام کا حکم کر دے اور رعایا کو منع کر دے کہ خبردار اس کام کیلئے اس سے ہرگز نہ کہنا جو کچھ کہنا ہو ہم سے کہنا غرض بقاء تصرفات مستلزم اذن سوال نہیں اور القاب کے طور پر برتنا اول تو برتنے والے بالیقین اس سے متجاوز ہوتے ہیں۔ دوسرے اس کا بھی ممنوع ہونا اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ یہ تو استدلالاً کلام تھا۔ اب ذوقاً اتنا قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ جس کے قلب میں نور سنت ہوگا وہ ان الفاظ کے بولتے ہی بلکہ سنتے ہی قلب کے اندر ظلمت و کدورت پائے گا کہ بغرض اذن بھی مثل تے...... کے اس سے نفرت کرے گا۔ واللہ اعلم نیز جو لوگ اس وقت خواص کہے جاتے ہیں۔ یقیناً ان کا قلب مرض خفی سے ان امور میں خالی نہیں۔ واللہ اعلم۔ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال

ایک شاعر نے عاشقانہ مذاق و فرط محبت میں اشعار مندرجہ ذیل کہے۔

کرم دستگیری کر بچا رنج و مصیبت سے

جو ہوں در حالت مضطر معین الدین اجمیری

غمزدہ ہوں کہ مصیبت نے ہے گھیرا مجھ کو۔ غم کے ہاتھوں سے چھڑا چاند سے مکھڑے والے۔

شاعر کی نیت صرف مجاز پر ہے۔ حقیقی معنے پر محمول نہیں کرتا بلکہ حقیقی معنے پر محمول کرنے کو شرک سمجھتا ہے اور قادر بالذات اور متصرف بالاستقلال سوائے ذات وحدہ لاشریک کے کسی کو نہیں جانتا تو اس کے ایسے شعروں کے سبب جو اس کو مشرک و خارج از

اسلام کہے تو اس کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے کیا واقعی دائرہ اسلام سے مشرک و خارج ہے یا اس کو مشرک کہنے والا خود خطاوار ہے اور مجازی استمداد اہل اللہ سے جائز ہے یا نہیں اور شیخ عبدالحقؒ نے جو شرح مشکوۃ و زبدۃ الاسرار وغیرہ میں مجازی استمداد کو جائز لکھا ہے تو وہ کیا خارج از اسلام تھے ایسا ہی شاہ عبدالعزیز صاحبؒ جو تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ مدفونین؛ سے استفاضہ جاری ہے اور وہ زبان حال سے مترنم اس مقال کے ہیں۔ من آیم بجان گر تو آئی بتن۔ وغیرہ وغیرہ اکابر مشائخ جو ایسے عقیدے پر گزرے ہیں وہ مشرک تھے یا مسلمان۔

الجواب

ایسے خطابات میں تین مرتبے ہیں۔

اول ان کو متصرف بالاستقلال سمجھنا یہ تو صریح شرک ہے۔

دوم متصرف بالاذن اور ان خطبات پر مطلع بالمشیۃ سمجھنا یہ شرک تو کسی حال میں نہیں لیکن یہ کہ اس کا وقوع ہوتا ہے یا نہیں اس میں اکابرامت مختلف ہیں۔ فمنہم المثبت و منہم النافی لیکن جو مثبت بھی ہیں وہ یہ اجازت نہیں دیتے کہ بعید سے ندا کرو اور نہ بعید سے دعاء سننے کی کوئی دلیل ہے اور بلا دلیل شرعی ایسا اعتقاد رکھنا گو حقیقۃً شرک نہ ہو مگر معصیت اور کذب حقیقۃً اور شرک صورۃً ہے۔ معصیت ہونے کی دلیل ہے **ولا تقف ماليس لک به علم** اور کذب ہونا اس کی تعریف صادق آنے سے ظاہر ہے اور شرک صورۃً اس لئے کہ اول اعتقاد والوں کے ساتھ عادت میں تشبہ ہے اور اگر کسی بزرگ کی حکایت میں بطور کرامت کے ایسا امر منقول ہو تو خرق عادت دوام عادت سے ثابت نہیں ہوتا البتہ قبر پر جا کر مجاز کے مرتبہ سے ان سے استمداد مثبتین کے نزدیک جائز ہے۔ جبکہ اور کوئی مفسدہ عارض نہ ہو جاوے۔

والا فلا سوم نہ تصرف کا اعتقاد ہے نہ سماع کا محض ذوق شوق میں مثل خطاب بادصبا کے خطاب کرتا ہے یہ نہ شرک ہے نہ معصیت فی نفسہ جائز ہے۔

جبکہ الفاظ خطاب کے حد شرعی کے اندر ہوں اور کسی عامی کا اعتقاد فاسد نہ ہو جاوے کیونکہ جس طرح خود معصیت سے بچنا فرض ہے اسی طرح دوسرے مسلمانوں کو خصوصاً عوام کو بچانا فرض ہے۔ پس جہاں عوام کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہو وہاں اجازت نہ ہوگی جب یہ تفصیل سمجھ میں آگئی تو اس سے اکابر کے اقوال کے معنے بھی متعین ہو گئے اور قائل کا حکم بھی معلوم ہو گیا اور جو شخص شرک کہتا ہے اگر وہ مرتبہ جائز کو کہتا ہے تو غلطی ہے توبہ واجب ہے اور اگر ناجائز مرتبہ کو کہتا ہے تو تاویل سے جائز ہے۔ جیسا حدیثوں میں بعض معاصی کو شرک فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۶۔ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ